تاریخ علم فقہ

از

جناب مولانا الحاج مفتی سید محمد عمیم الاحسان صاحب
مجددی برکتی
صدر مدرس مدرسہ عالیہ ڈھاکہ

مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی

طبع اوّل

صفر المظفر ۱۳۷۵ھ مطابق اکتوبر ۱۹۵۵ء

قیمت مجلد دو روپے چار آنے
〃 غیر مجلد دو روپے

مطبوعہ

الجمعیۃ پریس، دہلی

فہرست مضامین!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پہلے فنِ تاریخ سے مراد اشخاص و اقوام کی تاریخ تھی، مصنفین اسی قسم کی تاریخیں لکھتے تھے، پڑھانے والے ایسی ہی تاریخیں پڑھاتے تھے، نصاب میں اسی قسم کی تاریخیں داخل تھیں اور اب بھی ہیں، مگر دورِ حاضر میں اشخاص و اقوام کی تاریخ سے گذر کر علوم وفنون کی تاریخ بھی، فنِ تاریخ کا جز بن گئی۔

مثلاً فلاں علم کب پیدا ہوا؟ پیدا ہونے کے اسباب کیا تھے؟ اس میں عہد بعہد کس طرح تبدیلیاں اور ترقیاں ہوئیں! فن کے مشاہیر کون کون تھے، وغیرہ وغیرہ

۱۹۴۵ء میں مدرسہ عالیہ کلکتہ کے نصاب کمیٹی نے حدیث اور فقہ کی تکمیلی جماعتوں میں عام تاریخ کے ساتھ علم حدیث اور علم فقہ کی تاریخ کو بھی نصاب میں داخل کرنے کی سفارش کی تھی، مگر تقسیم ہند کے بعد ۱۹۴۷ء میں مدرسہ عالیہ ڈھاکہ میں اس سفارش پر عملدرآمد شروع ہوا۔ کئی سال تک مدرسہ میں درس حدیث و فقہ کے ساتھ تاریخ علم حدیث اور تاریخ علم فقہ کے لکچر میں (تقریریں) بھی فقیر سے متعلق

رہیں، طلبہ کی آسانی کی خاطر فقیر نے مختصر در مختصر دو رسالے مرتب کئے (۱) تاریخ علم حدیث (۲) تاریخ علم فقہ۔

پہلا رسالہ کراچی میں چھپ چکا ہے اور الحمد للہ مقبول ہے دوسرے رسالے کے پیش کرنے کی خدا تعالیٰ نے اب توفیق مرحمت فرمائی ہے۔

تمنا ہے کہ اللہ اس کو بھی مقبول فرمائے اور ہمارے عزیز طلبہ اس سے فائدہ اٹھائیں، اللہ کرے اہل علم حضرات کے نزدیک بھی یہ رسالہ حسن قبول کا درجہ حاصل کرے۔ آمین

سید محمد عمیم الاحسان

(ڈھاکہ۔ ۵ شعبان ۱۳۷۴ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ

سیدنا محمد سید المرسلین وآلہ واصحابہ اجمعین

عقائد اور اعمال، انفرادی واجتماعی کے ایک خاص نظامِ حیات کا نام "اسلام" ہے، جس کے اصول، قوانین اور حدود کی تعیین کتاب اللہ نے کی، اور ان کی تشریح وتوضیح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وعمل سے فرمادی۔

قرآن سارے جہان کے لیے ہدایت ہے، اس کی افادی حیثیت قیامت تک کے لیے یکساں ہے، سادہ تہذیب وتمدن ہو یا رنگین، ضرورتیں مختصر ہوں یا زیادہ، ہرحال میں یہ کتاب "ھدًی للعٰلمین" ہے۔

عہد نبوی میں اسلام کا دائرہ عرب تک محدود تھا، عرب کی معاشرت سادہ تھی، ضرورتیں محدود تھیں، مسائل ووسائل مختصر تھے، اس لیے اس کے نظامِ حیات کے جزئیات کو اس طرح جمع کردینے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی کہ ہر زمانہ کی وقتی ضروریات کے لیے معمولی فہم وادراک رکھنے والا شخص بھی اس قانون سے فائدہ اٹھا سکے۔

عہد صحابہ وتابعین میں جب اسلام کی حدود بہت بڑھ گئیں

قیصر و کسریٰ کی حکومتیں اسلام کے زیرنگیں ہوگئیں، یورپ میں اندلس تک، افریقہ میں مصر اور شمالی افریقہ تک اور ایشیا میں ایشیائی ترکستان اور سندھ تک اسلام پھیل گیا تو اسلام کو نئے تمدن، نئی تہذیب اور نئی معاشرتوں سے سابقہ پڑا۔ وسائل اور مسائل کی نئی نئی قسمیں پیدا ہوگئیں تو تابعین کے آخر عہد میں علما رحق کی ایک جماعت نے کتاب و سنت کو سامنے رکھ کر اس کے مقرر کردہ قوانین اور حدود کے مطابق ایک ایسا ضابطۂ حیات مرتب کرنا چاہا جو ہر حال میں مفید، ہر طرح مکمل اور ہر جگہ قابلِ عمل ہو، اس طرح تابعین کے عہد آخر میں ایک نئے علم کی تدوین شروع ہوئی جو مکمل ہونے پر علم الفقہ کہلائی۔

فقہ کے ماخذ

اسلامی فقہ کے ماخذ تین ہیں۔

۱۔ کتاب اللہ۔

۲۔ احادیث نبویہ۔

۳۔ کتاب و سنت کی روشنی میں فقہائے صحابہ اور فقہائے تابعین کی اجتہادی رائیں۔

کتاب اللہ!

قرآن حکیم کی آیتوں اور سورتوں کا نزول بعثت نبوی کے بعد وصال نبوی کے قریب بتدریج ہوتا رہا۔ ابتدا میں عقائد، تذکیر

اور اخلاق کی آیتیں زیادہ نازل ہوئیں، پھر احکام کی آیتیں نازل ہوئیں، جن کا نزول کبھی مستقل طور پر کبھی ان واقعات کے جواب میں ہوتا جو اسلامی جماعت میں پیدا ہوتی رہیں۔

احکام قرآنی پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود عمل فرماتے صحابہؓ کو اس کا حکم دیتے، اس کی مزید توضیح فرما دیتے، اسی کی روشنی میں لوگوں کے سوالات کا جواب دیتے اور مسائل بتاتے، نزول احکام میں قلت تکلیف اور عدم حرج خاص طور پر ملحوظ تھا، اس لیے آپؐ بھی تعلیم و تبیین میں ان کو ملحوظ رکھتے۔

قرآن حکیم میں قصص و موعظت کے سلسلے میں جو آیتیں ہیں ان سے جو احکام مستنبط ہوتے ہیں، ان کے علاوہ خاص احکامی آیتوں کی تعداد تقریباً پانچسو ہے یہ احکام دو نوعوں پر منقسم ہیں۔

اول، حقوق اللہ سے متعلق احکام، ان کی دو قسمیں ہیں۔

(الف)، وہ احکام جن کا تعلق صرف ایک انسان اور اس کے پروردگار سے ہے، جیسے نماز، روزہ اور دوسری مقررہ عبادتیں۔

(ب)، وہ احکام جن کا تعلق اگرچہ ایک انسان اور اس کے پروردگار کے ساتھ ہے لیکن ان میں اس ایک انسان کے علاوہ دوسرے آدمیوں کا بھی کسی نہ کسی طرح تعلق پایا جاتا ہے جیسے زکوۃ صدقا جہاد وغیرہ۔

دوم۔ حقوق العباد سے متعلق احکام، ان کی تین قسمیں ہیں۔

(الف) احکام متعلقہ قوانین استقلالِ خاندان، جیسے نکاح اور وراثت وغیرہ۔

(ب) احکام متعلقہ قوانین معاملات باہمی، جیسے بیع، اجارہ اور ہبہ وغیرہ۔

(ج) احکام متعلقہ قوانین معالات تعزیر و سیاست مدن جیسے حدود، قصاص، سیاسی معاہدات، جزیہ اور مفادِ عامہ سے تعلق رکھنے والے مسائل۔

احادیث نبویہ :۔

قرآن حکیم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت فرض اور آپؐ کے طریقہ اور طرزِ عمل کی پیروی لازم کی۔ دین کے سلسلے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جملہ ارشادات اور آپؐ کے تمام اعمال وحی الٰہی کے حکم میں ہیں صحابہ کرام بلا چون وچرا حضورؐ کے دینی ارشاد و عمل کے مطابق اپنی، اپنی زندگی بسر کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

عہد نبوی میں عام طور پر احکام میں فرض، واجب، حرام، مکروہ مستحب، اور مباح کی قسمیں پیدا نہیں ہوئی تھیں، جو تھیں، وہ بہت کم، صحابہ کرام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنتے یا جس طرح کرتے دیکھتے، کرتے، مثلاً وضو کرتے دیکھا تو اسی طرح وضو کر لیا، اس کے جاننے کی ضرورت نہیں سمجھتے کہ افعال وضو

میں کونسی چیزیں فرض ہیں؟ کیا مسنون ہیں اور کتنی مستحب ہیں، صحابۂ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مسائل بھی کم پوچھتے تھے البتہ کوئی واقعہ ہوتا یا ضرورت سمجھتے تو پوچھ بھی لیتے جنکی تعداد مختصر ہے اللہ اور اس کے مقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان باتوں کی خود ہی ہدایت فرما دیتے تھے جو نوع انسانی کی ہدایت کے لیے اہم اور ضروری تھیں۔

صحابہ اور تابعین کے اجتہادی فتاوے

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے کچھ ہی قبل سنہ ھ میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا، پوچھا کس طرح فیصلہ کرو گے؟

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا "کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا"

فرمایا "اگر کتاب اللہ" میں نہ ہو۔؟

بولے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا"

پھر فرمایا "اگر سنت رسولؐ میں نہ ہو؟

جواب دیا کہ "میں اپنی رائے سے اس وقت اجتہاد کر کے فیصلہ کروں گا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس جواب سے خوش ہوئے،

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے عامل حضرت ابو موسی اشعری رضی کو ایک طویل فرمان میں لکھا تھا۔

الفہم الفہم فیما یختلج فی صدرک مما لم یبلغک فی القرآن والسنۃ اعرف الامثال والا شباہ ثم قس الامور عند ذالک فاعمد الی احبہا الی اللہ واشبہہا بالحق فیما تری۔

اچھی طرح سمجھ کر فیصلہ کرو بالخصوص اس مسئلہ میں جو تمہارے دل میں موجب تردد ہو رہا ہو، قرآن و سنت سے وہ بات تم کو معلوم نہ ہوئی ہو، ایسے موقعے پر ملتے جلتے، ایک دوسرے سے مشابہ مسائل کو پہچانو، پھر اس وقت مسائل میں قیاس سے کام لو، اور جو جواب تمکو اللہ کے نزدیک پسندیدہ اور حق سے زیادہ قریب نظر آئے، اس کو اختیار کرو۔

اجتہاد کے معنی یہ ہیں کہ قرآن و حدیث سے حکم شرعی کو استنباط میں پوری کوشش کیجائے اس کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ خود قرآن و حدیث کی منصوص عبارت سے مسائل کا استخراج ہو۔

۲۔ قرآن و حدیث کے منصوص مسائل پر بذریعہ قیاس مسائل کا استخراج ہو۔

عہد صحابہ میں تخریج و استنباط صرف انہی مسائل تک محدود

تھا، جو خارج میں پیدا ہوتے تھے، ہونے والے امکانی مسائل پر گفتگو نہیں کرتے تھے۔

جب کوئی نیا مسئلہ پیدا ہو جاتا تو اس پر غور کرتے تھے، سب سے پہلے کتاب اللہ میں اس کی تلاش ہوتی، اگر وہاں نہیں ملتا تو احادیث نبویہ میں اس مسئلہ کی تفتیش کی جاتی، اگر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں اس مخصوص صورت کا تذکرہ نہیں ملتا تو صحابہ اس کی نوعیت پر غور کرتے اور کتاب و سنت کی روشنی میں اگر کسی امر پر سب کا اتفاق ہو جاتا تو وہ اجماع بھی حجت شرعی اور معمول بہ بن جاتا۔ اجماع نہ ہونے کی صورت میں اہل افتار صحابہؓ اپنے اپنے اجتہاد و رائے سے مسئلہ کا استنباط کرتے، اختلاف کی صورت میں، کسی ایک مفتی کی تخریج پر عمل کر لینا کافی سمجھا جاتا تھا، عموماً لوگ اپنے اپنے شہر کے صاحب افتار صحابہ اور ان کے اکابر تلامیذ کی پیروی کرتے تھے، اس طرح عہد صحابہ میں مسائل فقہیہ کے استخراج کے یہ چار اصول متعین ہو گئے۔ قرآن۔ سنت، اجماع اور قیاس۔

تخریج مسائل میں اختلاف اور اس کے اسباب

وفات نبوی کے بعد عہد صحابہؓ میں جب اسلامی فتوحات کو وسعت ہونے لگی اور اُن کا دائرہ وسیع ہونے لگا تو اکثر ایسے واقعات پیش آئے جن میں اجتہاد و استنباط کی ضرورت پڑتی گئی

اور قرآن وحدیث کے اجمالی احکام کی تفصیل کی طرف اہل علم صحابہؓ کو متوجہ ہونا پڑا۔ مثلاً کسی نے غلطی سے نماز میں کوئی عمل ترک کردیا تو یہ بحث پیش آئی کہ نماز ہوئی یا نہیں ؟

اس بحث کے پیدا ہوجانے کے بعد یہ تو ممکن نہیں تھا کہ نماز میں جس قدر اعمال تھے سب کو فرض کہہ دیا جاتا، اس لیے صحابہؓ کو تفریق کرنا پڑی کہ نماز کے یہ افعال فرض و لازم ہیں جن کا ترک نماز کو باطل کردیتا ہے، یہ افعال واجب ہیں جن کا ترک موجب کراہت ہے اور یہ امور مستحب ہیں جن کا ترک موجب خلل نہیں، وغیرہ وغیرہ۔

تفرقہ کے لیے جو اصول قرار دیئے جاسکتے تھے ان پر تمام صحابہؓ کا اتفاق ناممکن تھا، اس لیے مسائل میں اختلاف پیدا ہوگئے اور صحابہ کی رائیں مختلف قائم ہوگئیں۔ بہت سے ایسے واقعات بھی پیش آئے، جن کا عہد نبوی میں پتہ اور نشان ہی نہ تھا، ایسی حالت میں اہلِ علم کو استنباط، حمل النظیر علی النظیر اور قیاس سے کام لینا پڑا ان میں بھی اصول یکساں نہ تھے، اس لیے اختلاف کا پیدا ہونا لازمی ہوا۔ خود بعض مسائل میں اہل علم صحابہ کا منصوص علم بھی مختلف تھا کیونکہ عہد نبوی میں دین کی تکمیل رفتہ رفتہ ہوئی۔ احکام میں حسب موقع تغیر و تبدیل بھی ہوتی گئی اور تمام صحابہؓ کو ہر امر کا علم ہونا مشکل تھا۔ کیونکہ ہر وقت سب ہی موجود نہیں رہتے تھے، جنھوں نے جیسا سُنا اور دیکھا اُسی کو معمول بہ بنالیا، اس وجہ سے بھی اختلاف ناگزیر تھا۔

عہد صحابہ و تابعین میں مسائل کے اندر اختلاف آراء کے اسباب حسب ذیل یہ تین امور استقراء سے معلوم ہوتے ہیں۔

۱۔ قرآن و حدیث کے الفاظ کے معانی سمجھنے میں اختلاف۔

۲۔ جواب مسئلہ میں صحابہ کے منصوص علم میں اختلاف۔

۳۔ طریق استنباط میں اختلاف مسلک۔

الغرض انہی اختلافات کے ساتھ عہد خلافتِ راشدہ، اور اس کے بعد اہلِ افتاء صحابہ اور ان کے تلامذہ (تابعین) مختلف فوجی چھاؤنیوں میں رہے، پھر مختلف اسلامی شہروں اور نو آبادیوں میں آباد ہو گئے اور لوگوں کو مسائلِ دین بتانے لگے۔

ابتداء میں اختلاف خفیف تھا، رفتہ رفتہ اختلاف کی حیثیت قوی بلکہ قوی تر ہوتی گئی اور تدوین فقہ کی سخت ضرورت محسوس کی جانے لگی۔

ضرورت تدوین فقہ

حضرت شیخین سیدنا ابو بکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کے عہد خلافت میں تمام مسلمان متحد تھے، اختلافات نہایت جزئی تھے جس کی بنیاد قوی نہیں تھی، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے آخر عہد خلافت میں سیاسی فتنے شروع ہوئے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اس فتنے نے زبردست خونریزی کی شکل اختیار کی، خارجیوں نے سر اٹھایا، نتیجہ یہ ہوا کہ عہد خلافت راشدہ کے بعد ہی مسلمانوں

میں سیاسی بنیاد پر مذہبی فرقہ بندی شروع ہوگئی اور عام مسلمانوں میں سے خارجی اور شیعہ دو مستقل جماعتیں علیحدہ بن گئیں، جن کا مذہبی نظریہ بالکل مختلف تھا۔

اول الذکر کا تو اب مستقل و موثر وجود نہیں، موخر الذکر تقریباً اب تک ہر جگہ موجود ہیں، خارجی صرف قرآن اور شیخین کے زمانے کی حدیثوں کو واجب العمل مانتے تھے۔ اگرچہ اوائل میں شیعہ اس اصول پر کچھ زیادہ متشدد نہیں تھے، مگر بعد میں تشدد بڑھ گیا اور اس نظریہ نے مستقل مذہب کی شکل اختیار کرلی، جس کی تفصیل آئیگی۔

بنی اُمیہ کے وسطی دور میں عام علماء اسلام میں بھی دو جماعتیں ہوگئیں، ایک اہل الحدیث کی جماعت تھی جو صرف ظاہر حدیث پر عمل ضروری جانتی تھی، رائے اور قیاس سے مسائل پر غور و فکر ان کے نزدیک مذموم تھا، دوسری جماعت اہل الرائے کی تھی جو قرآن وحدیث کے ساتھ درایت پر عمل ضروری جانتی تھی، پہلی جماعت ایسے مسائل میں جو خارج میں واقع نہیں ہوئے، غور و خوض کو مذموم جانتی تھی، دوسری جماعت علل و اسباب کے ماتحت تفریع مسائل متوقعہ کی طرف متوجہ تھی۔

اہل حجاز اکثر اہل الحدیث تھے اور اہل العراق اکثر اہل الرائے تھے، حجازیوں میں امام مالک کے استاد ربیعۃ الرائے نے زیادہ شہرت حاصل کی اور عراقیوں میں ابراہیم نخعی اور انکے شاگرد حماد

بن ابی سلیمان (استاذ امام ابوحنیفہ) زیادہ مشہور ہوئے۔

پہلی صدی کے آخر میں روایت احادیث کی کثرت اور واضعین کے فتنے نے بھی مسائل میں اختلاف پیدا کر دیا۔ اس فتنے میں تو احادیث کے ضائع ہو جانے کا خوف تھا کہ عین وقت پر حضرت عمر بن عبدالعزیز اموی خلیفہ نے تدوین حدیث کا فرمان جاری کر کے حدیث کے تحفظ کا سامان کر دیا۔

دوسری صدی کے شروع میں اہل الحدیث اور اہل الرائے کے فروعی اختلاف نے فقہ میں بھی وہ نزاع پیدا کر دی کہ :-

حدیث فقہ اسلام کی اصل اور قرآن کی متمم ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اعتماد کا کیا طریقہ ہے؟ -

کثرت احادیث کی وجہ سے احادیث مختلفہ میں ترجیح کی نوعیت میں اختلاف قیاس، رائے اور استحسان سے استخراج مسائل کے جواز میں اختلاف اجماع کے اصل ہونے میں اختلاف -

امر و نہی کے صیغوں سے احکام کی کیفیت اور حیثیت میں اختلاف

الغرض دوسری صدی کا ربع اول وہ زمانہ تھا کہ مسائل اور ان کے اصول دونوں میں اہل علم مختلف تھے، امراء اور حکام اس اختلاف سے فائدہ اٹھا کر قضاۃ سے اپنی مرضی کے مطابق جبراً غلط فیصلے کرا لیتے تھے۔

عام مسلمان قضاۃ کے مختلف فیصلوں کی وجہ سے سخت

پریشان تھے، ان کے سامنے مسائل کی مدون شکل بھی نہیں تھی تمدنی مسائل کی وسعت الگ تدوین قوانین احکام کی متقاضی تھی، اس لیے بغرض تحفظ اسلام سخت ضرورت تھی کہ فقہ اور اصول فقہ کی باضابطہ تدوین کی جائے۔ پیدا شدہ مسائل کے ساتھ پیدا ہونے والے امکانی مسائل کی تنقیح و تحقیق کی جائے، اصول اور ضوابط فقہیہ معین کئے جائیں۔

اللہ کی رحمت نازل ہو امام الائمہ سراج الامۃ ابو حنیفہؒ پر، سب سے پہلے انھوں نے اس ضرورت کو محسوس کیا اور بنو امیہ کے خاتمہ کے بعد ہی وہ اپنے تلامذہ کی ایک جماعت کے ساتھ تدوین فقہ میں لگ گئے، اس طرح انھوں نے ایک عظیم الشان دینی خدمت انجام دی۔

امام المحدثین عبداللہ بن المبارکؒ فرماتے ہیں۔[1]

لقد زان البلاد ومن علیہا — امام المسلمین ابو حنیفہ
باثار وفقہ فی حدیث — کآیات الزبور علی الصحیفۃ
فما فی المشرقین لہ نظیر — ولا بالمغربین ولا بکوفۃ

امام شافعیؒ کے مشہور شاگرد اور ناصر مذہب امام "مزنی" فرماتے ہیں:۔

ابو حنیفۃؒ اول من دون — امام ابو حنیفہؒ ہیں جنھوں نے

---

[1] فہرست ابن ندیم صفحہ ۲۸۴

علم الفقه وافرزه بالتاليف	سب سے پہلے علم فقہ کی تدوین کی، احادیث
من بين الاحاديث النبوية	نبویہ کے درمیان فقہ کی مستقل کتاب لکھی
وبوبه فبدءبالطهارة	اسکی تبویب کی، اسکی ابتدا طہارت سے کی
ثم بالصلوٰة ثم بسائر	پھر نماز، پھر دوسرے عبادات
العبادات ثم المعاملات	پھر معاملات کے مسائل
الى ان ختم الكتاب	لکھے، یہاں تک کہ فرائض پر
بالمواريث وقفاه في	کتاب ختم کی، اس بارے میں امام
ذلك مالك بن انس وقفاه	مالکؒ نے ان کے بعد کام کیا اور ان کے
ابن جريج وهشيمؒ	بعد ابن جریج اور ہشامؒ کے کام ہیں۔

اہل افتاء صحابہ و تابعین

عملی زندگی میں پیدا ہونے والے واقعات اور حوادث میں کسی ماہر شریعت کے دینی فیصلے کا نام فتویٰ ہے، ایسا ماہر مجتہد اور مفتی کہلاتا ہے۔

اسلام میں اصل فیصلہ اللہ اور اس کے رسولؐ کا ہے اسی لیے اسی شخص کا فیصلہ مستند ہو سکتا ہے جس کے فیصلے کی بنا کتاب اللہ اور سنت نبوی پر ہو۔

عہد نبویؐ میں اس اہم خدمت کا تعلق خود سرکار نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا۔ وفات نبوی سے پہلے صحابہؓ کی ایک جماعت مشکوٰۃ نبوت سے فیض پاکر اپنے تبحر علمی اور جودت طبع کی بنا پر اس

کام کے لیے باصلاحیت ہو چکی تھی۔

چنانچہ وفات سے پہلے خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلوں کی اجازت بعض صحابہ کو دی اور اصول فیصلہ کی خود تعلیم بھی فرمادی۔

عہد نبوی کے بعد خلفاء راشدین اور دوسرے اہل افتار صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس مقدس خدمت کو اپنے ذمہ لیا۔

وہ مجتہدین صحابہ جن کے فتاوے محفوظ ہیں، ایک سو انچاس[۱۴۹] ہیں، ان میں مرد اور عورتیں سب شامل ہیں۔ ان کی تین قسمیں قرار دی جاسکتی ہیں۔ [۱]

مکثرین

یعنی وہ صحابہؓ جن میں سے ہر ایک کے منقول فتووں پر مشتمل ایک ضخیم جلد کی کتاب تیار کی جاسکتی ہے وہ یہ سات صحابہؓ ہیں۔

(۱) امیر المومنین حضرت عمرؓ	خلیفہ دوم (م ۲۳ھ)
(۲) امیر المومنین حضرت علیؓ	" چہارم (م ۴۰ھ)
(۳) حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ	قدیم الاسلام طرز وروش رسول اللہ سے بہت قریب (م ۳۲ھ)
(۴) ام المومنین حضرت عائشہؓ	زوجۂ رسولؐ صحابیات میں سب سے بڑی فقیہہ (م ۵۸ھ)

---

[۱] اعلام الموقعین ص ۱۲ تا ۱۶

(۵) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ — کاتب وحی عہد صدیقی و عہد عثمانی کی جامع قرآن (م ۴۵ھ)

(۶) حضرت عبداللہ بن عباسؓ — تفسیر اور فقہ میں اہل مکہ کے علم کا دارومدار آپ ہی پر ہے (م ۶۸ھ)

(۷) حضرت عبداللہ بن عمرؓ — مدینہ کے بڑے محدث اور مفتی نہایت متورع اور محتاط (م ۷۳ھ)

متوسطین!

یہ وہ صحابہؓ ہیں جن میں سے ہر ایک کے منقول فتووں سے ایک چھوٹی جلد مرتب کی جا سکتی ہے۔ وہ یہ بیس صحابہؓ ہیں۔

۱۔ خلیفہ رسولؐ حضرت ابوبکرؓ — خلیفہ اول (م ۱۳ھ)

۲۔ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ — زوجۂ رسولؐ (م ۶۲ھ)

۳۔ حضرت انسؓ — خادم رسولؐ دس برس حضور کی خدمت کی (م ۹۳ھ)

۴۔ حضرت ابوہریرہؓ — آپ سے بکثرت حدیثیں مروی ہیں (م ۵۸ھ)

۵۔ امیر المومنین حضرت عثمانؓ — خلیفۂ سوم (م ۳۵ھ)

۶۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ — عہد نبوی کے جامع حدیث زاہد صحابہ میں سے تھے (م ۶۵ھ)

۷۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ — ۱ھ ہجری میں پیدا ہوئے (م ۷۳ھ)

۸۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ — مکہ میں مسلمان ہوئے مگر ۷ھ میں مدینہ ہجرت کی، خلافت راشدہ میں بصرہ

نام	کیفیت
	اور کوفہ کے والی رہے عہد علوی سے برابر مکہ میں مقیم رہے (م ۵۲ھ)
۹۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ	رکن عشرہ مبشرہ (م ۵۵ھ)
۱۰۔ حضرت سلمان فارسیؓ	مبشر بالجنۃ صاحب فضل صحابی، بڑی عمر پائی (م ۳۵ھ)
۱۱۔ حضرت جابرؓ	انصاری مشاہیر صحابہ میں سے تھے (م ۷۴ھ)
۱۲۔ حضرت معاذ بن جبلؓ	قبل ہجرت عقبہ ثانیہ میں مسلمان ہوئے عہد نبوی میں یمن کے معلم و قاضی (م ۱۸ھ)
۱۳۔ حضرت ابوسعید خدریؓ	حفاظ مکثرین میں سے تھے (م ۷۴ھ)
۱۴۔ حضرت طلحہؓ	رکن عشرہ مبشرہ (م ۳۶ھ)
۱۵۔ حضرت زبیرؓ	" " (م ۳۶ھ)
۱۶۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف	" " (م ۳۲ھ)
۱۷۔ حضرت عمران بن حصینؓ	سنہ میں مسلمان ہوئے (م ۵۲ھ)
۱۸۔ حضرت ابوبکرہؓ	غزوۂ طائف میں شہید ہوئے (م ۵۱ھ)
۱۹۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ	انصاری عہد نبوی میں نقبائے مدینہ میں سے تھے قاضی حمص و رملہ (م ۳۴ھ)
۲۰۔ حضرت امیر معاویہؓ	یہ فتح مکہ میں مسلمان ہوئے دولت بنی امیہ کے بانی (م ۶۰ھ)

مقلین

یعنی وہ صحابہ جن کے منقول فتاوی کی تعداد بہت کم ہی بعضوں سے صرف ایک یا دو فتوے منقول ہیں، ان سب کے فتووں پر مشتمل ایک چھوٹی سی کتاب بن سکتی ہے، اِن کے اسماء یہ ہیں۔

۱۔	حضرت ابوالدرداء رضؓ	۲۔	حضرت ابوالولید رضؓ
۳۔	ابوسلمہ مخزومی رضؓ	۴۔	" ابوعبیدہ بن الجراح رضؓ
۵۔	حضرت سعید بن زید رضؓ	۶۔	" امام حسن رضؓ
۷۔	" امام حسین رضؓ	۸	" نعمان بن بشیر رضؓ
۹۔	" ابومسعود رضؓ	۱۰	" ابی بن کعب رضؓ
۱۱۔	" ابوایوب رضؓ	۱۲	" ابوطلحہ رضؓ
۱۳۔	" ابوذر رضؓ	۱۴	" ام عطیہ رضؓ
۱۵۔	" ام المومنین صفیہ رضؓ	۱۶	" ام المومنین حفصہ رضؓ
۱۷۔	" ام المومنین ام حبیبہ رضؓ	۱۸	" اُسامہ بن زید رضؓ
۱۹۔	" جعفر بن ابیطالب رضؓ	۲۰	" البراء بن عازب رضؓ
۲۱۔	" قرظۃ بن کعب رضؓ	۲۲	" حضرت نافع رضؓ
۲۳۔	" مقداد بن الاسود	۲۴	" ابوالسنابل رضؓ
۲۵۔	" جارود رضؓ	۲۶	" عبدی رضؓ
۲۷۔	" لیلی بنت قائف	۲۸	" ابومحذورہ
۲۹۔	" ابوصریح	۳۰	" ابوبرزہ

۳۱ - حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ
۳۲ - حضرت ام شریکؓ
۳۳ - " خولاء بنت تویتؓ
۳۴ - " اسید بن حضیرؓ
۳۵ - " ضحاک بن قیسؓ
۳۶ - " حبیب بن مسلمہؓ
۳۷ - " عبداللہ بن انیسؓ
۳۸ " حذیفہ بن الیمانیؓ
۳۹ - " ثمامہ بن اثالؓ
۴۰ " عمار بن یاسرؓ
۴۱ - " عمرو بن العاصؓ
۴۲ " ابو الغادیۃ السلمیؓ
۴۳ - " ام الدرداء الکبریٰؓ
۴۴ " ضحاک بن خلیفہ المازنیؓ
۴۵ - " حکم بن عمرو الغفاریؓ
۴۶ " وابصہ بن معبد الاسدیؓ
۴۷ - " عبداللہ بن جعفر مکیؓ
۴۸ " عوف بن مالکؓ
۴۹ - " عدی بن حاتمؓ
۵۰ " عبداللہ بن ابی اوفیؓ
۵۱ - " عبداللہ بن سلامؓ
۵۲ " عمرو بن عبسہؓ
۵۳ - " عتاب بن اسیدؓ
۵۴ " عثمان بن ابی العاصؓ
۵۵ - " عبداللہ بن سرجسؓ
۵۶ " عبداللہ بن رواحہؓ
۵۷ " عقیل بن ابی طالبؓ
۵۸ " عائذ بن عمروؓ
۵۹ - " ابو قتادہ عبداللہ بن معمرؓ
۶۰ " عمی بن سعلہؓ
۶۱ - " عبداللہ بن ابی بکرؓ
۶۲ " عبدالرحمن بن ابی بکرؓ
۶۳ - " عاتکہ بن زید بن عمروؓ
۶۴ " عبداللہ بن عوف زہریؓ
۶۵ - " سعد بن معاذؓ
۶۶ " سعد بن عبادہؓ
۶۷ - " ابو مسیبؓ
۶۸ " قیس بن سعدؓ

۶۹۔ حضرت عبدالرحمٰن بن سہل
۷۰۔ حضرت سمرہ بن جندب
۷۱۔ " سہل بن سعد الساعدی
۷۲۔ " عمرو بن مقرن
۷۳۔ " سوید بن مقرن
۷۴۔ " معاویۃ بن الحکم
۷۵۔ " سہلۃ بنت سہیل
۷۶۔ " ابوحذیفہ بن عتبہ
۷۷۔ " سلمۃ بن الاکوع
۷۸۔ " زید بن ارقم
۷۹۔ " جریر بن عبداللہ البجلی
۸۰۔ " جابر بن سلمۃ
۸۱۔ " ام المومنین جویریۃ
۸۲۔ " حسان بن ثابت
۸۳۔ " حبیب بن عدی
۸۴۔ " قدامۃ بن مظعون
۸۵۔ " عثمان بن مظعون
۸۶۔ " ام المومنین میمونۃ
۸۷۔ " مالک بن الحویرث
۸۸۔ " ابوامامۃ الباہلی
۸۹۔ " محمد بن مسلمۃ
۹۰۔ " خباب بن الارت
۹۱۔ " خالد بن الولید
۹۲۔ " ضمرہ بن الفیض
۹۳۔ " طارق بن شہاب
۹۴۔ " ظہیر بن رافع
۹۵۔ " رافع بن خدیج
۹۶۔ " سیدۃ النساء فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا
۹۷۔ " فاطمہ بنت قیس
۹۸۔ " ہشام بن حکیم
۹۹۔ " حکیم بن حزام
۱۰۰۔ " شرجیل بن السمط
۱۰۱۔ " ام سلمۃ
۱۰۲۔ " دحیہ بن خلیفہ کلبی
۱۰۳۔ " ثابت بن قیس
۱۰۴۔ " ثوبان
۱۰۵۔ " مغیرۃ بن شعبۃ
۱۰۶۔ " بریدہ بن الحصیب

۱۰۷۔ حضرت رویفع بن ثابت ۱۰۸۔ حضرت ابو حمید
۱۰۹۔ " ابو اُسید رضؓ ۱۱۰۔ " فضالہ بن عبید
۱۱۱۔ " ابو محمد مسعود بن اوس انصاری ۱۱۲۔ " زینب بنت ام سلمہ رضؓ
۱۱۳۔ " عتبہ بن مسعود رضؓ ۱۱۴۔ " بلال موذن رضؓ
۱۱۵۔ " عروہ بن الحارث رضؓ ۱۱۶۔ " سیاہ بن روح رضؓ
۱۱۷۔ " عباس بن عبدالمطلب رضؓ ۱۱۸۔ " بشر بن ارطاہ رضؓ
۱۱۹ " صہیب بن سنان رضؓ ۱۲۰۔ " ام ایمن رضؓ
۱۲۱ " ام یوسف رضؓ ۱۲۲۔ " ابو عبداللہ البصری رضؓ

خلافت راشدہ اور اس کے بعد جب اسلامی فتوحات اور نوآبادیوں کی کثرت ہوگئی تو قدرتی طور پر افتاء کے مختلف مراکز قائم ہوگئے، جن میں اہم مرکز یہ سات تھے۔ مدینہ منورہ۔ مکہ معظمہ۔ کوفہ بصرہ۔ شام۔ مصر۔ یمن۔

مدینہ

عہد نبوی سے خلیفہ سوم حضرت عثمان رضؓ کی شہادت ۳۵ھ تک بلاد اسلامیہ کا مرکز مدینہ منورہ رہا، خلفاء ثلثہ کے علاوہ صحابہ میں سے حضرت علی رضؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت عائشہ رضؓ، حضرت زید رضؓ بن ثابت، حضرت ابن عمر۔ حضرت ابن عباس [1] اور حضرت ابوہریرہ

---

[1] ابن قیم اعلام الموقعین میں فرماتے ہیں:۔
والدین والفقۃ والعلم انتشر — دین فقہ اور علم امت میں حضرت [illegible]

رضی اللہ عنہم بھی یہاں کے اکابر مفاتی تھے، طبقۂ تابعین میں مدینہ کے مشہور اہلِ افتاء یہ حضرات تھے۔

(۱) حضرت سعید بن المسیب مخزومیؒ نہایت وسیع العلم، اعلم التابعین، خلافت فاروقی کے دو سال بعد پیدا ہوئے (م ۹۴ھ)

(۲) حضرت عروہ بن الزبیرؒ عہد عثمانی میں پیدا ہوئے، حضرت عائشہؓ کے بھانجے تھے، ان سے اکثر روایتیں کیں۔ (م ۹۴ھ)

(۳) حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام مخزومیؒ۔ راہب قریش لقب تھا، فقیہ اور کثیر الروایت تھے۔ (م ۹۴ھ)

(۴) حضرت امام علیؒ زین العابدینؒ۔ نہایت عابد تھے، اس لیے زین العابدین لقب پڑا۔ امام زہری فرماتے ہیں کہ "میں نے علی بن الحسینؓ سے زیادہ فقیہ کسی کو نہیں پایا۔ (م ۹۴ھ)

(۵) حضرت عبداللہ بن عتبہ بن مسعودؓ شاگرد حضرت عائشہؓ حضرت ابوہریرہؓ۔ حضرت ابن عباس۔ (م ۹۸ھ)

(۶) حضرت سالم بن عبداللہ بن عمرؓ۔ شاگرد حضرت عائشہؓ حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابن عمرؓ وغیرہ (م ۱۰۶ھ)

ص۴ ۔ فی الامۃ عن اصحاب ابن مسعود و اصحاب زید بن ثابت و اصحاب عبداللہ بن عمرؓ اصحاب عبداللہ ابن عباسؓ

ابن مسعود، حضرت زید بن ثابت حضرت عبداللہ ابن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباس کے شاگردوں سے پھیلا۔

(۷) حضرت سلیمان بن یسارؒ۔ شاگرد حضرت میمونہؓ، حضرت عائشہؓ حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت زید بن ثابت وغیرہ، بڑی درجہ کے فقیہہ تھے۔ (۱۰۷ھ)

(۸) حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ۔ نہایت متقی اور فقیہہ تھے شاگرد حضرت عائشہؓ حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمر وغیرہ (۱۰۶ھ)

(۹) حضرت نافع مولی ابن عمرؓ۔ معلم مصر، شاگرد حضرت ابن عمرؓ حضرت عائشہؓ حضرت ابوہریرہؓ وغیرہ (۱۱۷ھ)

(۱۰) حضرت محمد بن مسلم ابن شہاب زہری۔ امیر المومنین فی الحدیث، بڑے فیاض، حق گو، شاگرد حضرت ابن عمرؓ حضرت انسؓ حضرت سعید بن المسیب وغیرہ (۱۲۴ھ)

(۱۱) حضرت امام باقر محمد بن علیؒ۔ ائمہ اہلبیت میں سے ہیں شاگرد امام زین العابدین و حضرت جابر و حضرت ابن عمر وغیرہ (وفات ۱۱۴ھ)

(۱۲) حضرت امام جعفر الصادقؒ۔ ائمہ اہلبیت میں سے ہیں (۱۴۸ھ)

(۱۳) ابوالزناد عبداللہ بن ذکوان۔ شاگرد حضرت انسؓ بڑے فقیہہ تھے، امیر المومنین فی الحدیث (۱۳۱ھ)

(۱۴) یحیی بن سعید الانصاری۔ نہایت محتاط، متفق علی جلالتہ شاگرد حضرت انسؓ وغیرہ (۱۴۳ھ)

(۱۵) ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن فروخ ۔ شاگرد حضرت انسؓ، حافظ وفقیہ، امام مالک کے استاد (۱۳۶ھ)

مکہ

فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو کچھ عرصہ کے لیے مکہ میں معلم اور مفتی مقرر فرمایا تھا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی زندگی کا آخری حصہ مکہ میں گذارا۔ یہاں کے لوگ ان کے علم سے بہت زیادہ مستفیض ہوئے، تابعین میں سے یہ چار مکہ کے مشہور اہل فتاویٰ تھے۔

(۱) حضرت مجاہد بن جبیرؒ۔ تفسیر کے بڑے عالم، شاگرد حضرت سعد، حضرت عائشہؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابن عباس (۱۰۴ھ)

۲۔ حضرت عکرمہ مولی بن عباسؒ۔ مفسر قرآن، شاگرد حضرت ابن عباس۔ (۱۰۴ھ)

۳۔ حضرت عطاء بن ابی رباحؒ۔ خلافت عمر میں پیدا ہوئے شاگرد حضرت عائشہؓ، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن عباس، بڑے درجہ کے عالم و حافظ حدیث تھے۔ (۱۱۴ھ)

۴۔ حضرت عبدالعزیز محمد بن مسلم زنجیؒ۔ حافظ حدیث، شاگرد حضرت جابر، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت سعید بن جبیر وغیرہ۔ (۱۲۸ھ)

کوفہ

کوفہ اور بصرہ، دونوں شہر حضرت عمرؓ کے حکم سے بسائے گئے صحابہ کی ایک جماعت ان شہروں میں آباد ہوگئی، حضرت عمرؓ نے کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو معلم، مفتی اور وزیر بنا کر بھیجا، تقریباً دس سال وہاں رہے، تشنگان علم نے ان کے علم سے خوب سیرابی حاصل کی،

حضرت علیؓ نے ۳۵ھ سے ۴۰ھ تک کوفہ اپنا دار الخلافہ بنایا، باب العلم سے بھی لوگوں نے خوب فیض پایا، ان دونوں کے تلامذہ اور پھر ان تلامذہ کے تلامذہ سے وہاں مسائل دینی کی بڑی اشاعت ہوئی۔ کوفہ کے مجتہد تابعین کی تعداد کافی تھی۔ ان میں سے چند مشاہیر یہ ہیں۔

۱۔ حضرت علقمہ بن قیس نخعیؒ۔ فقیہہ عراق، عہد نبوی میں پیدا ہوئے، حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ سے روایت کی، حضرت ابن مسعودؓ کے اجل اصحاب میں سے تھے، طرز و روش میں ان سے بہت مشابہ۔ (م ۶۲ھ)

۲۔ حضرت مسروق بن الاجدعؒ، بڑے عالم اور مفتی، حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی (م ۶۳ھ)

۳۔ عبیدہ بن عمرو السلمانیؒ۔ عہد نبوی میں مسلمان ہوئے مگر زیارت نبوی نہ ہو سکی، حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کے شاگرد

تھے، بڑے معلم اور مفتی تھے (۹۲ھ)

۴۔ حضرت اسود بن یزید نخعی ۔ عالم کوفہ، شاگرد حضرت معاذ و حضرت ابن مسعودؓ حضرت علقمہ کے بھتیجے تھے (۹۵ھ)

۵۔ شریح بن الحارث الکندی قاضی کوفہ عہد نبوی میں پیدا ہوئے خلیفہ دوم کے زمانے میں کوفہ کے قاضی ہوئے اور مسلسل ساٹھ برس قاضی رہے، شاگرد حضرت عمرؓ و حضرت علی و حضرت ابن مسعود (۸۰ھ)

۶۔ ابراہیم بن یزید نخعیؒ فقیہ عراق، شاگرد علقمہ و مسروقؒ و اسودؒ۔ حضرت ابن مسعود کے علم کے بہت بڑے عالم۔ حماد بن ابی سلیمان فقیہ کے شیخ (۹۵ھ)

۷۔ حضرت سعید بن جبیرؒ شاگرد حضرت ابن عباس و حضرت ابن عمر، عراق کے مسلم فقیہ (۹۵ھ)

۸۔ حضرت عمرو بن شرحبیلؒ۔ علامۃ التابعین۔ شاگرد حضرت علیؓ حضرت ابو ہریرہ۔ حضرت ابن عباس۔ حضرت عائشہؓ و حضرت عمرؓ (۶۴ھ)

۹۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ قاضی، فقیہ، شاگرد حضرت علیؓ (۸۳ھ)

۱۰۔ حضرت عامر الشعبیؒ۔ فقیہ کوفہ، شاگرد علیؓ وغیرہ (۱۰۴ھ)

۱۱۔ حضرت حماد بن ابی سلیمانؒ فقیہ عراق۔ استاذ امام ابی حنیفہؒ (۱۲۰ھ)

بصرہ

بصرہ کے مجتہدین حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت انس بن مالک کی شخصیتیں اہم تھیں ان کے بعد حسب ذیل پانچ تابعی افتاء میں زیادہ مشہور ہوئے۔

۱۔ حضرت ابو العالیہ رفیع بن مہرانؒ شاگرد حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ و حضرت ابن مسعودؓ و حضرت عائشہؓ و حضرت ابن عباسؓ وغیرہ (م ۹۰ھ)

۲۔ حضرت حسن بن ابی الحسن البصریؒ، علامۃ التابعین، رئیس الصوفیہ، خلافت عثمانی میں پیدا ہوئے، اکابر صحابہ سے روایت کی (م ۱۱۰ھ)

۳۔ حضرت ابو الشعثار جابر بن یزیدؒ۔ فقیہ بصرہ صاحب ابن عباس (م ۹۳ھ)

۴۔ حضرت محمد بن سیرینؒ فقیہ، وسیع العلم، رئیس المفسرین حضرت انس کے مولیٰ تھے (م ۱۱۰ھ)

۵۔ حضرت قتادۃ بن دعامۃ السدوسی۔ شاگرد حضرت انسؓ تفسیر و اختلافات علماء کے بڑے علامہ (م ۱۱۸ھ)

شام

حضرت عمرؓ نے شام میں حضرت معاذ۔ عبادہ بن الصامت اور حضرت ابو الدرداء کو کچھ عرصہ کے لیے معلم اور مفتی بنا کر بھیجا تھا

تابعین میں زیادہ مشہور اہلِ افتار یہ حضرات تھے۔

۱۔ حضرت عبدالرحمٰن بن غنمؒ فقیہہ شام، شاگرد حضرت عمرؓ و حضرت معاذ۔ حضرت عمرؓ نے تعلیم مسائل کیلیے انکو شام بھیجا (م ۷۸ھ)

۲۔ حضرت ابوادریس خولانیؒ۔ شاگرد حضرت معاذ وغیرہ واعظ و قاضی (م ۸۰ھ)

۳۔ حضرت قبیصہ بن ذویبؒ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ سے روایت کی۔ حضرت زید بن ثابت کے فیصلوں کے حافظ تھے (م ۸۶ھ)

۴۔ حضرت مکحول بن ابی مسلمؒ اصلاً کابلی تھے امام شام (م ۱۱۳ھ)

۵۔ حضرت رجار بن حیوۃؒ۔ شام کے فقیہہ، حضرت عبداللہ عمر حضرت جابرؓ اور امیر معاویہ سے روایت کی (م ۱۱۲ھ)

۶ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ۔ دولت بنی امیہ کے آٹھویں خلیفہ امام و مجتہد شاگرد حضرت انسؓ وغیرہ، انہی سے سب سے پہلے بمقتضائے ضرورت حدیثوں کی باضابطہ تدوین کا حکم صادر فرمایا (م ۱۰۱ھ)

مصر

مصر کے مفتی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص تھے، ان کے بعد یہ دو تابعی زیادہ مشہور ہوئے۔

۱۔ ابوالخیر مرثد بن عبداللہ، مفتی مصر، حضرت ابوایوبؓ، حضرت ابوبصرہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کے

شاگرد (م ۹۰ھ)

۲۔ یزید بن ابی حبیب علامہ مصر، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ان کو مصر کا مفتی مقرر کیا (م ۱۲۸ھ)

یمن

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن میں کچھ عرصہ کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پھر حضرت معاذؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو امیر و معلم بنا کر بھیجا۔ تابعین میں سے یہ تین وہاں کے مشہور مفتی ہوئے۔

۱۔ حضرت طاؤس بن کیسانؒ۔ فقیہ یمن، شاگرد حضرت زید بن ثابت و حضرت عائشہ و حضرت ابو ہریرہؓ (م ۱۰۶ھ)

۲۔ حضرت وہب بن منبہؒ عالم اہل یمن۔ شاگرد حضرت ابن عمر و حضرت ابن عباس وغیرہ۔ یمن میں قاضی تھے (م ۱۱۴ھ)

۳۔ حضرت یحییٰ بن ابی کثیرؒ شاگرد حضرت انسؓ وغیرہ (م ۱۲۹ھ)

اس عہد کے بعد فقہ کے دو اہم مرکز قائم ہو گئے کوفہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کی نگرانی میں عراقی فقہ کا مرکز بنا اور مدینہ منورہ حضرت امام مالک کی قیادت میں حجازی فقہ کا مرکز قرار پایا اور اسی زمانے میں تدوین فقہ اسلامی کی باضابطہ ابتدا ہوئی، اس لیے اس عہد کے بعد سے ہم تدوین فقہ اسلامی کی تاریخ شروع کرتے ہیں

تاریخ تدوین فقہ

دوسری صدی کے ربع دوم سے جیسا کہ ابھی بیان ہو چکا تدوین فقہ کی ابتدا ہوئی، اس وقت سے اب تک فقہ اسلامی کو ہم تین دور پر تقسیم کر سکتے ہیں۔

پہلا دور - دورِ تدوین و اجتہاد

اس دور میں امام ابوحنیفہ نے باضابطہ تدوین فقہ کی ابتدا کی اور اپنی زندگی میں اس کی تکمیل بھی کر دی، جس کی تفصیل آتی ہے، امام ابوحنیفہ کے بعد دوسرے ائمہ فقہ نے بھی اپنی فقہ مدون کی، مسائل پر مستقل کتابیں لکھی گئیں۔

اس دور کے چند مخصوص اصحاب مذاہب فقہاء کی فقہی سیادت امت نے تسلیم کی، امت کی بڑی بڑی جماعتوں نے ان کی مدون فقہ کی پیروی شروع کر دی۔ قضاۃ ان کی فقہ کے مطابق فیصلے کرنے لگے، عوام خاص ائمہ کی تقلید کرنے لگے۔ اگرچہ سلسلہ اجتہاد عام طور پر جاری تھا۔ اس دور کے مخصوص ائمہ کے اہل اجتہاد مشہور تلامذہ بھی ہوئے جنہوں نے اپنے اپنے اساتذہ کی فقہ

کی اشاعت کی، اس پر کتابیں لکھیں، ان کے آرار کی تشریح کی، ان کے اصول پر مسائل کی تخریج کی اصول فقہ کی تدوین بھی اسی دور میں ہوئی۔ یہ دور دوسری صدی کے ربع دوم سے شروع ہو کر تیسری صدی کے آخر میں ختم ہوا

دوسرا دور۔ دورِ تکمیل و تقلید

اس دور میں تقلید عام ہو گئی، پہلے دور کے مخصوص ائمہ کی فقہ پر بڑی بڑی کتابیں لکھی گئیں، کثرت سے فقہی مسائل پیدا ہوئے، ان کی تخریج کی گئی، اس دور میں اجتہاد کو درجہ تخریج تک منحصر کر دیا گیا، مخصوص مذاہب کے مقلد اکابر ائمہ پیدا ہوئے اس دور میں مسائل کی تحقیق میں جدل کی خوب گرم بازاری رہی یہ دور چوتھی صدی سے شروع ہو کر ساتویں صدی تک رہا۔

تیسرا دور۔ دور تقلید محض

اس دور میں اجتہاد کا سلسلہ تقریباً بند کر دیا، عوام و خواص سب مخصوص مذاہب کے مقلد ہو گئے، ہر مسئلہ میں دور اول اور دور دوم کے ائمہ کے آرار کی تلاش ہونے لگی۔

یہ دور ساتویں صدی کے بعد سے شروع ہوا اور آج تک قائم ہے۔

پہلا دور

دورِ تدوین فقہ و اجتہاد

دوسری صدی کا ربع اول ختم ہو چکا تھا، اسلامی دنیا کی تہذیب و تمدن میں خود بڑی وسعت پیدا ہو چکی تھی، سادہ اسلام کو دنیا کی متمدن اقوام کی تہذیب و تمدن اور علوم سے سابقہ پڑ رہا تھا، نئے نئے حالات اور مسائل پیدا ہو رہے تھے، ساتھ ہی خود مسلمانوں کے نظریہ اجتہاد اور اصولی و فروعی مسائل میں غیر منظم اختلاف روز بروز بڑھتا ہی جا رہا تھا، ایسے پراگندہ اور بدلے ہوئے حالات میں امام ابوحنیفہؒ کو سب سے پہلے فقہ اسلامی کی تدوین کا خیال پیدا ہوا اور وہ اہلِ علم کی ایک جماعت کے ساتھ اس طرف متوجہ ہوئے، اس وقت سے یہ دور شروع ہوتا ہے، اس دور میں اجتہاد عام تھا۔ یہ دور تیسری صدی کے ختم پر ختم ہوتا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ:

نعمان نام ابوحنیفہ کنیت نعمان بن ثابت بن زوطی ابن ماہ نسب ماہ فارسی الاصل مرزبان یعنی رئیس شہر تھے۔ زوطی خلافت علوی میں دولت اسلام سے مشرف ہوئے۔ اسلامی نام نعمان

پڑا، اپنے وطن سے ہجرت کی، اسلامی حکومت کے دارالخلافہ کوفہ پہونچے، بارگاہ علوی میں حاضری دی، وطن کا تحفہ "فالودہ" نذر گزرانا اور اپنے نہایت کمسن بچے ثابت کے لیے دعا چاہی۔ باب العلم شاہ ولایت علی مرتضیٰ رضؓ نے دعائے خیر دی۔[1]

ثابت بڑے ہوئے تو انھوں نے خز کی تجارت شروع کی، ۴۵ برس کی عمر میں کرشمہ تھا، اللہ نے بابرکت فرزند عطا کیا، دادا کے نام پر نعمان نام رکھا، بڑے ہوئے تو باپ کی تجارت کو ترقی دی، جگہ جگہ کارخانے اور کوٹھیاں قائم کیں، اللہ نے بڑی عزت اور برکت دی، آخر عمر تک بڑی دولت کے مالک رہے۔ اپنے علمی کمالات کی وجہ سے امام اعظم کہلائے۔

امام ابو حنیفہ رحؒ تقریباً بارہ یا تیرہ سال کے تھے کہ حضرت انس رضؓ خادم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، مگر ان سے حدیث نہیں سنی[2]

سترہ سال کی عمر ہوئی تو تحصیل علم کی طرف متوجہ ہوئے۔ طبّاع ذہن نے عقائد کی اہمیت کے خیال سے علم کلام کی طرف مائل کرلیا بہت جلد اس میں کمال و خصوصیت حاصل کرلی، اسی زمانے میں قرآن فہمی پر بھی امام رحؒ کو کافی عبور حاصل ہوگیا۔ پھر اس کو دیکھتے ہوئے

---

[1] تاریخ خطیب ص ۳۲۶ ج ۱۳

[2] کیونکہ اہل کوفہ کے یہاں بیس برس سے قبل سماع حدیث کا دستور نہیں تھا

کہ عملی دنیا میں فقہ کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے، عوام اور حکومت سب کو اس کی ضرورت ہے، دین اور دنیا کی حاجتیں اُس سے وابستہ ہیں، حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد خلافت میں فقہ کی طرف متوجہ ہوئے۔

کوفہ اہم اسلامی شہر تھا، حضرت عمرؓ کے حکم سے آباد ہوا، تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہؓ وہاں آکر بسے، جن میں چوبیس بدری تھے۔ فاروق اعظمؓ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو، کوفہ کا معلم بنا کر بھیجا تھا۔

تقریباً دس برس تک اہل کوفہ ان سے مستفید رہے، مسائل فقہ اور حدیث کا چرچا گھر گھر تھا۔ خلیفۂ چہارم باب مدینۃ العلم حضرت علی مرتضیٰ نے کوفہ کو دارالخلافہ بنایا، اُن سے بھی اہل کوفہ کو علمی فیض پہونچا۔ کوفہ چونکہ عرب وعجم کے ملتقیٰ میں واقع تھا، وہاں مختلف ثقافتیں جمع تھیں اس لیے وہاں نئے نئے مسائل کی تحقیقیں ہوتی رہتی تھیں۔

حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے علوم و فتاویٰ بالواسطہ حضرت ابراہیم نخعی کو پہونچے گویا کوفہ میں وہ ان دو بزرگوں کی زبان تھے۔ امام ابراہیم نخعی کی جانشینی، حضرت حماد بن ابی سلیمان کو ملی، وہ مسائل نخعی کے حافظ تھے۔

امام ابو حنیفہ غالباً ۱۰۰ھ میں امام حماد کی درسگاہ میں حاضر ہوئے، اُستاد نے جوہر قابل دیکھ کر توجہ سے پڑھانا شروع کیا۔

امام ابوحنیفہؒ اپنی جودت طبع، ذہن رسا اور قوت حفظ کی وجہ سے ہمیشہ اپنے اقران پر سب سے فائق رہے، بہت جلد انھوں نے تکمیل کر لی پھر بھی کم و بیش بیس سال تک جب تک استاذ زندہ رہے، استاد سے تعلق استفادہ قائم رکھا۔ مسائل میں بحث و حل، تحقیق و امعان کا سلسلہ برابر جاری رہا۔

امام ابوحنیفہؒ نے یہ دیکھتے ہوئے کہ علم حدیث کی تحصیل کے بغیر فقہ کی مجتہدانہ تحقیق جس کی ان کو طلب تھی، ممکن نہیں، زمانۂ تحصیل فقہ میں علم حدیث کی طرف بھی توجہ کی اور کوفہ کے اکثر محدثین سے حدیثیں سُنیں، بسلسلۂ تجارت بصرہ، شام اور دوسرے ملکوں میں بھی جانا پڑتا تھا، وہاں کے مشائخ حدیث سے حدیثیں سُنیں۔

حج و زیارت کے لیے حرمین شریفین بھی تشریف لے گئے[1] اور وہاں کے مشاہیر ائمہ سے بھی حدیث کی سماعت کی۔

ابوالمحاسن نے امام ابوحنیفہؒ کے ترانوے مشاہیر مشائخ حدیث کے نام لکھے ہیں، ابو حفص کبیر نے چار ہزار مشائخ بتائے معجم المصنفین میں امام صاحب کے مشائخ حدیث کی طویل فہرست دی ہے جس میں تین سو سے زیادہ نام ہیں، خیرات الحسان میں ابن حجر الہیتمی فرماتے ہیں۔

ان شیوخه کثیرون | بلاشبہ امام ابوحنیفہ کے اساتذہ

---

[1] ارباب مناقب لکھتے ہیں کہ امام صاحب نے پچپن حج کیے۔

لا يسع هذا المختصر	بہت ہیں، اس مختصر میں ان کے تفصیل
وقد ذکر منهم الامام	کی گنجائش نہیں، امام ابوحفص کبیر نے
ابوحفص الکبیر اربعة	انکے چار ہزار اساتذہ کا ذکر کیا ہے دوسرے
آلاف شیخ وقال غیرہ لہ	کا بیان ہے کہ صرف تابعین میں سے انکے چار
اربعة الاف شیخ من	ہزار اساتذہ تھے تو اندازہ کرو کہ تابعین کے
التابعین فما بالك بغیرهم	علاوہ انکے دوسرے اساتذہ کتنے ہونگے؟

امام حماد کے علاوہ امام ابوحنیفہ کے چند مشہور اساتذہ حدیث یہ ہیں :-

عامر بن شراحیل شعبی کوفی سنہ ۱۰۳ھ۔ علقمہ بن مرشد کوفی سنہ ۱۰۴ھ
سالم بن عبداللہ بن عمر مدنی سنہ ۱۰۶ھ۔ طاؤس بن کیسان یمنی سنہ ۱۰۶ھ
عکرمہ مولی ابن عباس رضی مکی سنہ ۱۰۷ھ۔ سلیمان بن یسار مدنی سنہ ۱۰۷ھ
مکحول شامی سنہ ۱۱۳ھ۔ عطاء بن ابی رباح مکی سنہ ۱۱۴ھ۔ امام محمد باقر
بن زین العابدین سنہ ۱۱۴ھ۔ محارب بن دثار کوفی سنہ ۱۱۶ھ۔ عبدالرحمٰن
بن ہرمز الاعرج مدنی سنہ ۱۱۷ھ۔ نافع مولی ابن عمر مدنی سنہ ۱۲۰ھ۔
سلمہ بن کہیل کوفی سنہ ۱۲۳ھ۔ امام المحدثین ابن شہاب الزہری
مدنی سنہ ۱۲۴ھ۔ ابوالزبیر مکی سنہ ۱۲۷ھ۔ قتادہ بصری سنہ ۱۲۷ھ۔
ابواسحٰق سبیعی کوفی سنہ ۱۲۷ھ عبداللہ بن دینار مدنی سنہ ۱۲۷ھ۔ امام
جعفر الصادق مدنی سنہ ۱۴۸ھ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

امام ابوحنیفہ رح نے علم حدیث کی تحصیل کے ساتھ اسی زمانے

میں دوسرے علوم میں بھی تبحر حاصل کیا۔ خود فرماتے ہیں:۔

انی لما اردت تعلم	میں نے جب علم حاصل کرنیکا ارادہ کیا
العلم جعلت العلوم	تو تمام علوم کے حصول کو اپنا نصب العین
کلھا نصب عینی فقرأت فنا فنا	قرار دیا اور ہر ہر فن کو پڑھا۔

امام حماد کا انتقال ۱۲۰ھ میں ہوا۔ امام ابوحنیفہ اپنے استاد کے جانشین ہو کر درس و افتاء میں مشغول ہوئے، طلبہ کی بھیڑ رہنے لگی، دور، دور سے مسائل پوچھنے والوں کا ہجوم اس پر مزید تھا۔

جعفر بن ربیع کا بیان ہے:۔

"میں امام ابوحنیفہؒ کے یہاں پانچ سال تک رہا میں نے اُن سے زیادہ خاموش آدمی نہیں دیکھا، لیکن جب ان سے فقہ کے متعلق سوال کیا جاتا تو نالے کیطرح بہنے لگتے، غلغلہ انگیز گفتگو کرتے،[له] وہ قیاس ورائے کے امام تھے۔

له امام ابوحنیفہ سے پہلے جیسا کہ بیان ہو چکا، فقہ کوئی مستقل اور مرتب فن نہیں تھا، نہ اس کے اصول و ضوابط معین تھے نہ تفریع مسائل کی تشکیل تھی صرف ائمہ سے منقول فروع مسائل کی روایت پر اس کا مدار تھا۔ امام ابو حنیفہؒ نے جب اس کی تدوین کی طرف توجہ کی، تو ہزاروں مسئلے ایسے پیش آئے جن میں کوئی صحیح حدیث بلکہ صحابہ کا قول بھی موجود نہ تھا اس لیے ان کو

قیاس سے کام لینا پڑا۔ قیاس پر گو پہلے بھی عمل تھا، خود صحابہؓ بھی قیاس کرتے تھے اور اس کے مطابق فتوی دیتے تھے لیکن اس وقت تک تمدن کو چنداں وسعت حاصل نہ تھی، اس لیے نہ کثرت سے واقعات پیش آتے تھے، نہ چنداں قیاس کی ضرورت پیش آتی تھی، امام صاحب نے فقہ کو مستقل فن بنانا چاہا تو قیاس کی کثرت کے ساتھ اس کے اصول و قواعد بھی ان کو مرتب کرنا پڑے، اس بات نے ان کو رائے اور قیاس کے انتساب سے زیادہ شہرت دی چنانچہ تاریخوں میں جہاں ان کا نام لکھا جاتا ہے "امام اہل الرائے" لکھا جاتا ہے، اس شہرت کی ایک اور بھی وجہ ہوئی، عام محدثین حدیث و روایت میں درایت سے بالکل کام نہیں لیتے، امام ابو حنیفہؒ نے اس کی ابتدا کی، اس کے اصول و قواعد منضبط کیے، انھوں نے بہت سی حدیثیں اس بنا پر قبول نہ کیں کہ وہ اصول درایت کے قطعاً منافی تھیں اس لیے اس لقب کو زیادہ شہرت ہوئی کیونکہ درایت اور رائے مترادف سے الفاظ ہیں اور کم از کم عام لوگ ان دونوں میں فرق نہیں کر سکتے تھے۔

اہل الرائے کا لقب سب سے پہلے امام مالکؒ کے اُستاد مشہور محدث و فقیہہ کے لیے طرۂ امتیاز بنا "ربیعۃ الرائے" ان کے

نام کا جز ہوگیا۔ اور ربیعۃ الرائے کے نام سے مشہور ہوئے،
کیونکہ محدثین میں رائے سے کافی حد تک کام لیتے تھے
مشہور مورخ ابن قتیبہ (م ۲۷۶ھ) نے کتاب المعارف
ص ۲۲۵ میں محدثین کی فہرست کے ساتھ اہل الرائے کی
فہرست دی ہے اور اہل الرائے کے عنوان کے ذیل
میں یہ نام لکھے ہیں:۔
ابن ابی لیلی۔ ابوحنیفہ۔ ربیعۃ الرائے۔ زفر
اوزاعی۔ سفیان ثوری۔ مالک بن انس۔ ابویوسف
محمد بن حسن۔ اور ان کے حالات بھی لکھے ہیں، ان میں
سے امام ثوری اور امام اوزاعی کی علم حدیث میں شہرت
محتاج بیان نہیں۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں:۔

الناس فی الفقہ عیال	لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہؒ
علی ابی حنیفۃ۔ (تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۱۶۰)	کے محتاج ہیں۔

غرض امام ابوحنیفہ اپنے عہد کے سب سے بڑے فقیہ تھے
چند روز میں ان کو وہ شہرت حاصل ہوئی کہ امام کی درسگاہ اس وقت
دنیا کی سب سے بڑی درسگاہ بن گئی۔ بڑی تعداد میں دور، دور سے
طلبہ پہونچنے لگے۔ امام صاحب اپنے طلبہ کے ساتھ نہایت ہمدرد

اور ان کے ساتھ حسن سلوک اور مواساۃ میں مشہور تھے۔

اسپین کے سوا اسلامی دنیا کا کوئی حصہ نہیں تھا جو امام کی شاگردی کے تعلق سے آزاد رہا ہو۔

ابو المحاسن نے امام صاحب کے نوسو اٹھارہ ۹۱۸ مشہور شاگردوں کی فہرست دی ہے۔ امام صاحب کے آٹھ سو اسی تلامذہ کے نام جو سب اپنے وقت کے مشہور فقیہہ تھے، معجم المصنفین میں مذکور ہیں چند زیادہ مشہور تلامذہ کے نام یہ ہیں:۔

عمرو بن میمون ۱۴۷ھ، زفر ۱۵۸ھ، حمزہ بن جلیب ۱۵۶ھ، رئیس الصوفیۃ داؤد طائی ۱۶۰ھ، عافیہ بن یزید ۱۶۰ھ۔ مندل بن علی ۱۶۰ھ۔ ابراہیم بن طہمان ۱۶۹ھ حبان بن علی ۱۷۲ھ۔ نوح بن ابی مریم الجامع ۱۷۳ھ۔ قاسم بن معن ۱۷۵ھ۔ حماد بن امام ابی حنیفہ ۱۷۶ھ۔ امیر المومنین فی الحدیث عبد اللہ بن مبارک ۱۸۱ھ۔ یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ ۱۸۲ھ۔ قاضی القضاۃ ابو یوسف ۱۸۳ھ۔ وکیع ۱۸۷ھ۔ اسد بن عمر ۱۸۸ھ علی بن مسہر ۱۸۹ھ۔ یوسف بن خالد (۱۸۹ھ) علی بن مسہر ۱۸۹ھ محمد بن حسن شیبانی ۱۸۹ھ۔ فضل بن موسیٰ ۱۹۲ھ۔ حفص بن غیاث ۱۹۴ھ۔ یحییٰ بن سعید ۱۹۸ھ۔ حسن بن زیاد ۲۰۴ھ۔ یزید بن ہارون ۲۰۶ھ۔ عبد الرزاق بن ہمام ۲۱۱ھ۔ ابو عاصم النبیل ۲۱۲ھ۔ سعید بن اوس ۲۱۵ھ۔ فضل بن دکین . . . . وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ۔

درس و افتاء کی مشغولیت سے بہت جلد امام صاحب ملک کے خواص و عوام میں مقبول ہو گئے، سارے ملک پر آپ کا اثر تھا بالخصوص عراق میں آپ کی شخصیت بہت نمایاں تھی۔

خلیفہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے بعد پھر بنی امیہ کے مظالم بڑھ گئے، دینی آزادی ختم ہو گئی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر پابندی لگ گئی عصر استبداد عود کر آیا۔ امام صاحب ان سے سخت ناخوش تھے[1]

ہشام بن عبد الملک کے زمانہ میں امام زید بن علی حسینؓ نے کوفہ میں بنی امیہ کے خلاف علم اصلاح بلند کیا، ابتداءً کوفہ کی ایک بڑی جماعت ساتھ تھی، لیکن بعد میں جماعت مختصر ہو گئی۔ کوفہ کے اموی گورنر سے جنگ ہوئی، امام زید ناکام ۱۲۲ھ میں

---

[1] تبیض الصحیفہ میں ہے کہ ایک دن امام ابو حنیفہؒ اور ان کے معاصر فقیہہ ابن المعتمر دونوں ساتھ بیٹھے آہستہ آہستہ گفتگو کر رہے تھے باتیں کرتے کرتے اُبل پڑے اور دونوں رونے لگے، امام صاحب سے بعد میں کسی نے رونے کی وجہ پوچھی؟

فرمایا:-

ذکرنا الزمان	ہم اپنے زمانے کا ذکر کر رہے تھے
وغلبۃ اھل الباطل	کہ اہل باطل کس طرح اہل خیر پر
علی اھل الخیر فکثر ذالک بکائنا	غالب ہیں، اسی چیز نے ہمکو خوب رُلایا۔

شہید ہو گئے۔

امام ابو حنیفہ اگرچہ ان کے ساتھ علی الاعلان شریک نہیں ہوئے لیکن مالی خدمت کی اور زبانی موافقت کا اظہار فرمایا۔ ۱؎

امام زید کی شہادت کے بعد اموی حکام کی نظروں میں امام ابو حنیفہ چڑھ گئے، کھلے بند بلا کسی امر کو حیلہ بنائے، ان کی عام مقبولیت کے پیش نظر داروگیر مشکل تھی۔

اسی زمانے میں عباسی دعوت نے بھی زور پکڑنا شروع کیا شام کا آخری اموی حکمران مروان الحمار تھا، اس نے کوفہ کا گورنر عمرو بن ہبیرہ کو مقرر کیا۔

ابن ہبیرہ نے کوفہ کے بہت سے فقہاء کو بڑی بڑی ملکی خدمتیں دیکر اپنا ہمنوا بنا لیا۔ اب اس نے اسی حکمت عملی سے امام ابو حنیفہ کو اپنا بنانا چاہا، امام کے سامنے میر منشی کا عہدہ اور افسر خزانہ کا منصب رکھا

۱؎ مقدمہ روض ص۲۶ و کامل ص۲۶ ج ۵۔ مناقب موفق ص۲۶۱ میں ہے۔ کان یبکی کلما ذکر مقتلہ یعنی امام زید کی شہادت کا جب امام ابو حنیفہ ذکر کرتے تو رونے لگتے کامل میں امام زید کے متعلق امام ابو حنیفہ کا یہ فتویٰ درج ہے

خرجہ یضاھی خروج رسول اللہ علیہ وسلم یوم بدر ص۲۶ ج ۵ — حضرت زید کا اس وقت اٹھ کھڑا ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدر میں تشریف بری کے مشابہ ہے

امام صاحب پہلے ہی ان سے ناخوش تھے، پھر یہ خیال کرتے ہوئے کہ میر منشی کے معنی یہ ہیں کہ حکومت کے بہت سے ظالمانہ احکام کی وہ تائید کریں، اور افسر خزانہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بیت المال کا بیجا صرفہ ان کے ہاتھ سے ہو۔ انھوں نے ان عہدوں کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

حکومت کو بہانہ ملگیا، امام کو جیل کی سزا دی، کوڑے لگوائے مگر امام صاحب مستقیم الاحوال رہے، بالآخر چھوڑ دیئے گئے، چھوٹنے کے بعد ۱۳۰ھ میں امام صاحب حرمین شریفین روانہ ہوگئے اور مسلسل دو سال وہاں رہے۔ وہاں بھی درس و افتاء کا سلسلہ جاری رہا

امام صاحب کے معاصر مشہور فقیہہ امام زہری کے شاگرد یٰسین زیات کوفی نے مکہ میں خود چلا چلا کر اعلان کیا :-

"لوگو! ابو حنیفہؒ کے حلقہ میں جا کر بیٹھو اور انکو غنیمت سمجھو، ان کے علم سے فائدہ اٹھاؤ، ایسا آدمی پھر نہیں ملیگا، حرام و حلال کے ایسے عالم کو پھر نہ پاؤ گے، اگر تم نے ان کو کھو دیا تو علم کی بہت بڑی مقدار کو کھو دیا۔ (موفق صفحہ ۳۴)"

عمار بن محمد کا بیان ہے :-

"ابو حنیفہ حرم کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے، ارد گرد خلقت کا ہجوم تھا، ہر ملک اور ہر علاقہ کے لوگ مسائل پوچھتے تھے، امام سب کو جواب دیتے اور فتوی بتاتے تھے۔ (موفق صفحہ ۵۰)

صرف عوام نہیں بلکہ امام صاحب کے ارد گرد مسائل پوچھنے والے ہر ملک کے خواص اہل علم جمع رہتے تھے۔ عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں :-

رأیت ابا حنیفہ	میں نے حرم کعبہ کی مسجد میں امام ابوحنیفہ کو دیکھا کہ بیٹھے ہوئے ہیں
جالسا فی المسجد الحرام	اور مشرق و مغرب کے لوگوں کو فتوی
و یفتی اھل المشرق والمغرب	دے رہے ہیں اور یہ وہ زمانہ تھا
والناس یومئذ ناس یعنی	جب لوگ، لوگ تھے، یعنی بڑے بڑے
الفقھاء الکبار و خیار	فقہا اور اچھے اچھے لوگ اس مجلس
الناس حضور (موفق)	میں موجود رہتے تھے۔

حرمین شریفین میں چونکہ بلاد مختلفہ کے مختلف الخیال علما رہتے امام کی ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ علمی صحبتیں تھیں، تبادلہ خیال کا عمدہ موقعہ ملا، مختلف بلاد کے حالات، ضروریات اور مسائل سے بھی واقفیت ہوئی، اسی زمانہ میں امام صاحب کے دل میں تدوین فقہ کا جو داعیہ پہلے تھا اب اور راسخ ہو گیا۔

سنہ ۱۳۲ھ کے بعد دولت بنی امیہ کے خاتمہ پر فوراً کوفہ واپس ہوئے اور اپنے شاگردوں کی باضابطہ مجلس شوریٰ بنا کر تدوین فقہ کی طرف پوری توجہ کے ساتھ لگ گئے جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

ظلم و تعدی اور جبر و استبداد میں عباسیوں کی حکومت بنی امیہ کی حکومت سے کم نہیں تھی، امام ابوحنیفہ ان سے بھی خوش نہ تھے

ہمیشہ انکی اصلاح کے خواہشمند رہے۔

عباسیوں نے پہلی بنی امیہ کو اپنے مظالم کا شکار بنایا پھر علوی سادات اور ان کے ہمنوا ہدف بنے۔

۱۴۵ھ میں محمد بن عبداللہ بن حسن بن علی نے جو نفس زکیہ کے لقب سے مشہور تھے، مدینہ میں ادعائے خلافت کیا، امام مالک نے ان کی تائید کی مگر نفس زکیہ اسی سال ناکام شہید ہوئے، عبداللہ بن زبیر کے بیٹے کا بیان ہے:۔

"میں نے ابو حنیفہؒ کو دیکھا کہ وہ محمد بن عبداللہ بن حسن کا ذکر ان کی شہادت کے واقعہ کے بعد بیان کر رہے ہیں اور ان کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے" (موفق ص ۸۴/۲)

اسی سال بصرہ میں نفس زکیہ کے بھائی ابراہیم نے بھی علم خلافت بلند کیا۔ کوفہ کے لوگ بھی ان کے ساتھ ہوئے۔ مورخین کا بیان ہے،

کان ابو حنیفۃ	امام ابوحنیفہؒ لوگوں کو ابراہیم کی
یجاھر فی امرہ	رفاقت پر علانیہ ابھارتے تھے اور
ویامر بالخروج	حکم دیتے تھے کہ ان کے ساتھ ہو کر
معہ (الیافعی ص ۳۰۰/۱)	حکومت کا مقابلہ کریں۔

مگر ابراہیم نے شکست کھائی۔ منصور عباسی فرماں روا نے امام ابوحنیفہؒ سے بدلہ لینا چاہا، ان کو کوفہ سے بغداد طلب کیا، ارادہ تو قتل کا تھا مگر عام حالات دیکھتے ہوئے کھلے بند قتل سے خائف تھا

بہانہ کا متلاشی ہوا۔

امام ابوحنیفہؒ بغداد گئے۔ منصور امام ابوحنیفہ کی طبیعت کی افتاد سے واقف تھا کہ وہ امراء جور سے رابطہ پسند نہیں کرتے اور نہ ان کے وظائف قبول کرتے ہیں، مورخین لکھتے ہیں :۔

کان ابوحنیفہ ازھد الناس فی درھم یاخذہ من السلطان	امام ابوحنیفہؒ حکومت سے ایک ایک درہم تک لینے میں سب سے محتاط تھے

خلیفہ منصور نے امام ابوحنیفہؒ سے عہدۂ قضا قبول کرنے کو کہا۔ امام نے انکار کیا۔ منصور نے امام سے اصرار کیا، امام انکار ہی کرتے رہے

حاشیہ صفحہ ۱۵ ؎ یافعی نے لکھا ہے کہ ابراہیم کی شہادت کے بعد منصور مخالفتوں کو کچلنے کے لیے خود کوفہ آگیا اور

وجعل یقتل کل من اتھمہ او یحبسہ (ص ۲۹۵)	جس پر ابراہیم کی اعانت یا ہمدردی کا شبہ ہوتا اسکو قتل کرنے یا محبوس کرنے لگا۔

؎ صفحہ ہذا۔ خطیب نے لکھا ہے (ص ۲۵۹ ج ۱۳) امام ابوحنیفہؒ بکثرت ان دو شعروں کو پڑھا کرتے تھے۔

عطاء ذی العرش خیر من عطائکم	وسیبہ واسع یرجی وینتظر
انتم یکدر ما تعطون منکم	واللہ یعطی بلا من ولا کدر

؎ انکار کی بڑی وجہ یہ تھی کہ عدلیہ جس کو آزاد رہنا چاہیے اس عہد میں خلیفہ اور اس کے درباریوں کا محکوم تھا۔ ان کی طرف سے بیجا طرفداریاں کیجاتی

منصور نے جیل کی سزا دی، کوڑے لگوائے مگر امام راضی نہ ہوئے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۲ ۔ تھیں، گویا شعبۂ قضا صرف ایک بہانہ تھا، اس سے عدل وانصاف مقصود نہیں تھا، بلکہ اس سے مقصد ناحق کو حق ثابت کرنا تھا، یہی وجہ تھی کہ صرف امام ابوحنیفہ ہی نہیں اور بھی اس زمانے کے متعدد ارباب صدق وامانت، اصحاب تقویٰ ودیانت مثلاً امام سفیان ثوری، شیخ مسعر بن کدام اور سلیمان بن المعتمر وغیرہ رحمہم اللہ نے حکومت کے شدید اصرار کے باوجود عہدۂ قضا قبول کرنے سے انکار کردیا، مختلف حیلوں سے چھٹکارا حاصل کیا، اسی عہد کے ایک فقیہ قاضی شریک چھٹکارا نہ پاسکے، منصور کے شدید اصرار سے مجبور ہوکر انھوں نے عہدۂ قضا قبول کرلیا، مگر ساتھ ہی یہ شرط پیش کی :۔

لا ابالی فی الحکم علیٰ قریب او بعید ۔ — مجھ کو پرواہ نہ رہے کہ قریب یا بعید جس کے خلاف ہو فیصلہ کروں۔

منصور نے اس کے جواب میں کہا !

احکم علیّ وعلیٰ ولدی ۔ — آپ میرے اور میری اولاد کے خلاف بھی حکم کرسکتے ہیں۔

پھر بھی قاضی مطمئن نہیں ہوئے فرمایا :۔

اکفنی حشمك — اپنے حاشیہ نشینوں اور درباریوں سے میری حفاظت کیجیے۔

جیل میں بھی امام کی علمی مشغولیت یعنی خدمت درس و افتا جاری رہی جب منصور کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی اور امام صاحب کی طرف سے بد ظنی بڑھتی گئی تو آخری خفیہ تدبیر یہ کی کہ بے خبری میں زہر دلوا دیا۔ زہر نے اثر کیا، بالآخر ۱۵۰ھ میں امام ابو حنیفہؒ بحالت سجدہ واصل بحق

حاشیہ بقیہ ص۵۳ منصور نے کہا:-

افعــــــل   میں ایسا ہی کروں گا۔

مگر اس قول و اقرار کا انجام یہ ہوتا ہے کہ سب سے پہلا مقدمہ جو ان کے یہاں آتا ہے وہ خلیفہ کے غلام کا کسی شخص کے ساتھ عام عادت کے مطابق اس غلام نے فریق کے برابر کھڑے ہونے کو اپنی توہین سمجھی، آگے بڑھا قاضی نے اصول عدلیہ کے مطابق تنبیہ کی اور فریق کے مقابل بیٹھنے کو کہا، منصور کے غلام نے خفا ہو کر کہا

انک شیخ احمق۔   تو بوڑھا احمق ہے

قاضی شریک نے کہا۔

قلــــت   میں نے تو تیرے آقا سے یہی کہا تھا

ذلک لمولاک   کہ میں احمق ہوں، مجھ کو قاضی نہ بناؤ مگر

فــلم یقبل   انھوں نے میری بات نہ مانی۔

بہر حال منصور کو چاہیئے تھا کہ غلام کو تنبیہ کرتا اور قاضی صاحب کو اصول عدلیہ کے قیام میں مدد کرتا، اور اپنے قول و قرار کا پاس کرتا مگر قاضی صاحب (باقی ص۵۵ پر)

ہوئے رحمۃ اللہ علیہ

امام ابوحنیفہؒ کے انتقال کی خبر سارے شہر میں پھیل گئی، تمام شہر امنڈ آیا۔ حسن بن عمارہ قاضی شہر نے غسل دیا، چھ بار جنازہ کی نماز ہوئی، پہلی بار پچاس ہزار آدمیوں کا مجمع تھا، بیس دن تک دعا کے لیے قبر کے پاس آنے جانے والوں کی بھیڑ رہی، بغداد میں مقبرۂ خیزران آخری خوابگاہ بنی۔

امام ابوحنیفہ اپنی فطری ذہانت و فطانت، عملی قوت اور علمی و اخلاقی کمالات کے ساتھ ساتھ نہایت عابد و مرتاض اور رقیق القلب تھے، خشیت الٰہی، عبرت پذیری، زہد و تقویٰ اور انابت الی اللہ میں ان کا خاص حصہ تھا۔ مستقل مزاج اور حق گو تھے، ذکر و عبادت میں ان کو بڑا مزہ آتا تھا۔ بڑے ذوق و شوق سے ادا کرتے تھے، اس باب میں ان کی شہرت ضرب المثل تھی،

مشہور محدث ذہبی کا بیان ہے۔

"امام ابوحنیفہؒ کی تہجد اور شب بیداری کے واقعات اس کثرت سے بیان کیے گئے ہیں کہ وہ حد تواتر کو پہونچے ہیں، شب بیداری اور اس کے قیام ہی کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ کو لوگ وتد (میخ) کہتے ہیں (معجم ص۱۶۵)

(بقیہ حاشیہ ص۵۴) کو درباریوں سے خطرہ تھا وہی ہوا یعنی

فعزلوہ (مفتاح السعادۃ) قاضی شریک کو لوگوں نے معزول کر دیا۔

اور خلیفہ نے بھی اس عزل پر تائید کی مہر ثبت کر دی۔

مکی بن ابراہیم کا بیان ہے

کان جھادہ — امام صاحب کی ساری کدوکاوش کا

کلہ الی قبرہ (معجم) — رُخ قبر ہی کی جانب تھا۔

امام صاحبؒ خز کی جو خاص قسم کا کپڑا تھا وسیع پیمانہ پر تجارت کرتے تھے، کارخانہ بھی تھا، کوفہ میں دوکان بھی تھی، سارے ملک میں مال کی فروخت اور درآمد و برآمد کا سلسلہ جاری تھا، لاکھوں کا کاروبار ہوتا تھا۔

امام صاحبؒ معاملات کی سچائی میں مشہور تھے، ٹال مٹول سے ان کو نفرت تھی، قرضداروں کو مہلت دینا، بلکہ معاف کر دینا امام صاحب کا عام دستور تھا۔

امام صاحبؒ کی امانت داری مثالی تھی۔ انتقال کے وقت ان کے پاس پانچ کروڑ کی امانتیں تھیں، پھر ایسی کہ

فاذا ھی مختومۃ بعینھا (موفق) — بجنسہ اپنی مہر کے ساتھ توڑا رکھا ہوا تھا

دولت کی فراوانی کے ساتھ امام ابوحنیفہؒ کی زندگی نہایت سادہ اور بے تکلف تھی۔ خود فرماتے ہیں

انما قوتی فی الشھر درھمان — میری ذاتی خوراک مہینے میں دو درہم

فمرۃ السویق ومرۃ الخبز (معجم) — سے زیادہ نہیں ہے، کبھی ستو، کبھی روٹی۔

سہیل بن مزاحم کا بیان ہے۔

کنا ندخل علی — ہم امام ابوحنیفہؒ کے پاس حاضر

ابی حنیفة فی بیتة الا البواری (موفق صـ۲۱۴)

ہوتے تو ان کے گھر میں چٹائیوں کے سوا اور کچھ نہ پاتے۔

تجارت واکتساب سے امام ابوحنیفہؒ کا مقصد خلق اللہ کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہونچانا اور اپنی عزت کی حفاظت کرنا تھا فرماتے ہیں

لولا انی اخاف ان احتاج الی ھولاء ما امسکت درھما واحدا (مناقب قاری)

اگر مجھ کو اندیشہ نہ ہوتا کہ حکام و امراء کے سامنے ہاتھ پھیلانا پڑیگا تو اپنے پاس ایک درہم بھی نہ روکتا۔

امام ابوحنیفہؒ نے اپنے احباب اور ملنے والوں کے لیے روزینے مقرر کردیئے تھے، شیوخ و محدثین کے لیے تجارت کا ایک حصہ مخصوص تھا، جس کا نفع سال کے سال، ان کو پہونچادیا جاتا تھا۔

معمول تھا کہ اگر گھر والوں کے لیے کوئی چیز خرید فرماتے تو اسی قدر محدثین اور علماء کے پاس بھجواتے، شاگردوں میں جس کو تنگ حال دیکھتے اس کی خود کفالت فرماتے، اتفاقیہ کوئی ملنے آتا تو حال پوچھتے، حاجتمند ہوتا تو نہایت فیاضی سے اس کی حاجت پوری فرماتے۔

امام صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے حسن سیرت کے ساتھ جمال صورت بھی دیا تھا۔ میانہ قد، خوش رو، خوش لباس تھے، عطر

کا استعمال بکثرت کرتے تھے۔ گفتگو کا طریقہ عمدہ اور لہجہ نہایت شیریں تھا۔

امام صاحب کے شاگرد رشید امام ابو یوسفؒ نے امام صاحب کے محاسن و اخلاق کی ترجمانی ہارون الرشید کے سامنے اس طرح کی ہے:۔

"جہاں تک میں جانتا ہوں، ابو حنیفہؒ کے اخلاق وعادات یہ تھے کہ وہ نہایت پرہیزگار تھے، منہیات سے بچتے تھے، اکثر چپ رہتے تھے اور سوچا کرتے تھے، کوئی شخص مسئلہ پوچھتا اور ان کو معلوم ہوتا تو جواب دیتے ورنہ خاموش رہتے، نہایت سخی اور فیاض تھے، کسی کے آگے حاجت نہ لے جاتے، اہل دنیا سے احتراز تھا۔ دنیوی جاہ کو حقیر سمجھتے تھے، غیبت سے بچتے تھے، جب کسی کا ذکر کرتے تو بھلائی کے ساتھ کرتے، بہت بڑے عالم تھے، اور مال کی طرح علم صرف کرنے میں بھی بیحد فیاض تھے۔"

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شبانہ روز کے معمولات عموماً یہ تھی کہ صبح کی نماز کے بعد مسجد میں درس دیتے، دور سے استفتے آئے ہوئے ہوتے ان کے جواب لکھتے۔ پھر تدوین فقہ کی مجلس منعقد ہوتی، بڑے بڑے نامور شاگردوں کا مجمع ہوتا، گفتگو شروع

ہوتی، مسائل کے جواب، بحث مباحثے کے بعد قلمبند کرلیے جاتے نماز ظہر پڑھ کر امام صاحب گھر آتے، گرمیوں میں ہمیشہ نماز ظہر کے بعد سو رہتے، نماز عصر کے بعد کچھ دیر تک درس و تعلیم کا مشغلہ رہتا باقی وقت لوگوں سے ملنے ملانے، بیماروں کی عیادت، ماتم پرسی اور غریبوں کی خبرگیری میں صرف ہوتا،

مغرب کے بعد پھر درس کا سلسلہ شروع ہوتا اور عشار تک رہتا۔ نماز عشار پڑھ کر عبادت الٰہی میں مشغول ہوتے طویل قرائتیں کرتے، اکثر رات بھر نہ سوتے، جاڑوں میں مغرب کے بعد مسجد ہی میں سو رہتے، تقریباً دس بجے اٹھ کر نماز عشار پڑھتے، پھر تمام رات تہجد میں گذار دیتے، کبھی کبھی دوکان پر بیٹھتے اور وہیں یہ مشاغل انجام پاتے۔

جو چیز امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی قوت ایجاد، جدت طبع دقت نظر، وسعت معلومات، غرض ان کے تمام کمالات کا آئینہ ہے، وہ علم الفقہ ہے جس کی تدوین میں انھوں نے اپنے تمام علمی کمالات ظاہر کردیئے اور اس کی اصلی محرک کیا چیز تھی!

سلم بن سالم فقیہہ بلخ کی زبانی سنیئے۔

لقیت من لقیت المشائخ الکبار	میں نے بڑے بڑے علمار سے ملاقاتیں کیں مگر
فلم اجد اشد احترامة	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت
لامة محمد الرسول اللہ	کے احترام کا جذبہ جتنا زیادہ امام ابوحنیفہ

صلی اللہ علیہ وسلم من ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ واں ضالہ (موفق ص۲۴۵) رحمہ اللہ تعالیٰ میں پایا اس کی نظیر کہیں نظر نہیں آتی۔

کیفیت تدوین

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو اپنے استاد حماد کے انتقال کے بعد غالباً تدوین فقہ کا خیال پیدا ہوچکا ہوگا، جبکہ اسلامی مملکت کا رقبہ سندھ سے اندلس تک طولاً اور شمالی افریقہ سے ایشائے کوچک تک عرضاً پھیلا ہوا تھا، اسلامی مدنیت میں بڑی وسعت آچکی تھی عبادات ومعاملات کے متعلق اس کثرت سے واقعات پیدا ہوچکے تھے اور ہورہے تھے کہ ایک مرتب قانون کے بغیر محض روایتوں اور وقتی طور پر واقعات ونوازل میں غور فکر سے کسی طرح کام نہیں چل سکتا تھا، اس کے علاوہ سلطنت کی وسعت اور دوسری قوموں کے میل جول سے فقہی تعلیم وتعلم نے اس قدر وسعت حاصل کرلی تھی کہ زبانی سند وروایت اس کی متحمل بھی نہیں ہوسکتی تھی جس کا اب تک دستور تھا۔ ان حالات میں قدرتی طور پر اس خیال کا آنا ناگزیر تھا کہ فقہ کے جزئیات مسائل کو غور وفکر کے ساتھ اصول وضوابط کے ماتحت ترتیب دیکر فن بنادیا جائے اور اس فن کی کتابیں لکھی جائیں۔

امام ابو حنیفہ رحمہ کی طبیعت ابتدا سے مجتہدانہ اور غیر معمولی طور پر مقننانہ واقع ہوئی تھی، علم کلام کے بحث وجدل نے اس کو اور جلا

دیدی تھی۔

تجارت کی وسعت نے معاملات کی ضرورتوں سے بھی خوب مطلع کردیا تھا، اطراف بلاد سے ہر روز سیکڑوں ضروری فتوے آتے تھے، جس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ ملک کو اس کی کس قدر حاجت ہے، قضاۃ، احکام اور فیصلوں میں جو غلطیاں کرتے تھے وہ بھی سامنے تھیں، غرض امام صاحب ۱۳۲ھ میں بنی امیہ کے چنگل سے رہائی پاتے ہی اس طرف پوری طرح متوجہ ہو گئے۔

تدوین فقہ کا اصل مقصد تو یہ تھا کہ عملی زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب شریعت کے متعلق کتاب وسنت کی باتیں جو متفرق طور پر اہل علم میں شائع ہیں، ان میں ترتیب اور نظام قائم کردیا جائے اور مسلمانوں کے عمل کے لیے آخری فیصلہ کن صورت متعین کردی جائے مگر چونکہ شریعت محمدی قیامت تک کے لیے ہے، نئے نئے حوادث ومسائل ہوتے رہیں گے، ان کے متعلق عین وقت پر کتاب وسنت سے حکم معلوم کرنے کے بجائے امکانی حد تک پہلے سوچ سمجھ کر تمام حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے احکام معین کردینا بھی اس کا ثانوی مگر اہم مقصد تھا، اس مقصد ثانوی کے لحاظ سے کوفہ تدوین فقہ کے مرکز ہونے کی بہت عمدہ صلاحیت رکھتا تھا۔ مختلف عربی اور عجمی تہذیبیں وہاں جمع تھیں قسم قسم کے مسائل وہاں موجود تھے، اہل علم کا بھی کافی مجمع تھا

اس کے مقابلے میں عرب کے دوسرے شہروں کی تہذیب خالص عربی اور سادہ تھی۔

جامع فقہ کی تدوین کے لیے ایسے مقام کی ضرورت تھی جو ہر قسم کے مسائل کا جامع ہو۔ امام ابوحنیفہؒ جس اعلیٰ پیمانے اور مضبوط طریقہ پر فقہ کی تدوین کرنا چاہتے تھے وہ وسیع اور پُرخطر کام تھا اس لیے انھوں نے اتنے بڑے کام کو صرف اپنی ذاتی رائے اور معلومات پر منحصر کرنا مناسب نہ سمجھا۔

اپنے ہزاروں شاگردوں میں سے چند نامور اشخاص چن لیے جن میں سے اکثر خاص خاص علوم کے ماہر تھے، جنکی تکمیل فقہ کے لیے ضرورت تھی، یہ حضرات استاذ زمانہ تسلیم کیے جا چکے تھے مناقب موفق میں ہے۔

فوضع ابوحنیفۃ	تو امام ابوحنیفہؒ نے اپنے مذہب کو
مذهبه شورى	باہمی مشورہ پر مبنی کر دیا۔ مجلس
بینهم لم یستبد	شوریٰ سے الگ ہو کر فقہ کی تدوین کو
فیه بنفسه دونهم (ص۱۳۳ ج۲)	صرف اپنی ذات سے وابستہ نہیں رکھا۔

امام طحاوی نے بسند متصل اسد بن فرات تلمیذ امام مالکؒ سے نقل کیا ہے کہ اراکین مجلس تدوین فقہ چالیس تھے، سب کے

لے الجواہر المفید ج۱ ص۱۴۱

سب فقہ میں درجۂ اجتہاد تک پہونچ چکے تھے، ان میں دس ممتاز ترین اہل علم پر مشتمل ایک خاص مجلس بھی تھی، جس کے رکن امام ابو یوسف، زفر، داؤد طائی، اسد بن عمر، یوسف بن خالد اور یحییٰ بن ابی زائدہ وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ تھے۔

مجلس تدوین فقہ کے متعلق وکیع بن الجراح مشہور محدث کا قول ہے۔

کیف یقدر ابوحنیفۃ	امام ابوحنیفہؒ کے کام میں غلطی
ان یخطی ومعہ مثل ابی یوسف	کیسے باقی رہ سکتی ہے، جب واقعہ
وزفر ومحمد فی قیاسھم	یہ تھا کہ ان کے ساتھ ابویوسفؒ زفر
واجتہادھم ومثل	اور محمد جیسے لوگ قیاس واجتہاد
یحییٰ بن زائدہ وحفص	کے ماہر موجود تھے اور حدیث کے
بن غیاث وحبان	باب میں یحییٰ بن زکریا بن زائدہ حفص
ومندل فی حفظھم للحدیث	بن غیاث، حبان اور مندل، جیسے
ومعرفتھم بہ والقاسم بن	ماہرین حدیث ان کی مجلس میں شریک
معن یعنی ابن عبدالرحمٰن	تھے اور لغت وعربیت کے ماہرین
بن عبداللہ بن مسعود فی	ہیں قاسم بن معن یعنی عبدالرحمٰن بن
معرفتہ باللغۃ والعربیۃ	عبداللہ بن مسعود کے صاحبزادے
وداؤد بن نصیر الطائی	جیسے حضرات شریک تھے، اور داؤد
وفضیل بن عیاض	بن نصیر طائی، اور فضیل بن عیاض

فی زهدهما وورعهما۔ فمن كان اصحابه هولاء وجلسائه لم يكن ليخطي لانه ان اخطأ ساددہ الی الحق ۔ (جامع المسانید وخطیب)

جیسے لوگ تقویٰ وورع اور زہد و پرہیزگاری رکھنے والے موجود تھے تو جس کے رفقاء کار اور ہمنشین اس قسم لوگ ہوں وہ غلطی نہیں کرسکتا، کیونکہ غلطی کی صورت میں صحیح امر کی طرف یہ لوگ یقیناً واپس کر دیتے ہوں گے۔

امام ابوحنیفہؒ نے طریقۂ استنباط یہ رکھا کہ پہلے جواب مسئلہ کتاب اللہ سے استنباط کی کوشش کی جاتی، اگر اس میں کامیابی ہوجاتی، خواہ کتاب اللہ کی عبارت النص سے ہو یا دلالۃ النص سے یا اشارۃ النص سے یا اقتضاء النص سے تو اسی کو متعین فرما دیتے، اگر کسی نہج سے کتاب اللہ سے براہ راست اس کا سراغ نہیں ملتا یا فیصلہ نہیں ہوسکتا تو پھر احادیث نبویہ میں تفتیش فرماتے۔

آخری بات جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی، امام صاحبؒ کی نظر اس پر رہتی تھی اور اسی کو اختیار کرتے تھے، اگر حجازی اور عراقی صحابہؓ کی مرفوع حدیثوں میں اختلاف ہوتا تو بنا بر فقہ راوی افقہ کی روایت کو ترجیح دیتے، اگر احادیث نبویہ سے فیصلہ نہ ہوسکتا ہو تو اہلِ افتاء صحابہ اور تابعین کے اقوال

اور فیصلے تلاش فرماتے، اجماع کی طرف رجوع کرتے، ایسے موقع پر اہلِ عراق صحابہ اور تابعین کے مذہب کو اختیار فرماتے، اگر یہاں بھی جواب نہ ملتا تو قیاس[1] و استحسان[2] سے مسئلہ کا حل فرماتے مسئلہ پر غور کرتے ہوئے یہ بھی دیکھتے تھے کہ مسئلہ سے متعلق نصوص کی حیثیت تشریعی یا غیر تشریعی اس ضمن میں مسائل کے اصول طے کرنے کی بھی ضرورت پڑتی تھی۔

نصوص میں ضابطہ کلیہ اور واقعات جزئیہ میں اگر تعارض ہوتا تو ضابطہ کی نص کو ترجیح دیتے اور واقعہ جزئی کی توجیہہ کرتے۔

جیسا کہ پہلے گذر چکا، اب تک اہلِ افتاء اور قضاۃ کا یہی دستور تھا کہ واقعہ کے واقع ہو جانے کے بعد جواب سوچتے تھے، کوئی مدون قانون جو کتاب و سنت سے ماخوذ و مرتب ہو ان کے سامنے نہیں تھا، بلکہ وقوع سے پہلے شرعی حکم سوچنے کو معیوب جانتے تھے امام ابوحنیفہؒ اس دستور کے خلاف تھے، فرماتے ہیں:۔

"اہلِ علم کو چاہیئے کہ جن باتوں میں لوگوں کو مبتلا ہونے کا

---

[1] یعنی حمل النظیر علی النظیر یا نص کے مناط حکم کے دریافت کے بعد اس سے جواب مسئلہ استخراج کیا جاتا اور اس پر تفریع کی جاتی

[2] یعنی قیاس کے مقابل کسی چیز سے مثلاً قیاس خفی یا ضرورت یا عرف و تعامل وغیرہ سے مسئلہ حل فرماتے۔

امکان ہے ان کو سوچ لینا چاہیئے تاکہ اگر واقع ہی ہو جائیں تو انہیں انوکھی بات نظر نہ آئے جس سے لوگ پہلے سے واقف نہ ہوں، بلکہ معلوم ہونا چاہیئے کہ ان امور میں کسی کو مبتلا ہی ہونا پڑے تو شرعاً ابتلا کے وقت کیا کرنا چاہیئے اور مبتلا ہونے کے بعد شریعت نے ان کے لیے کیا صورت بتائی ہے" (مناقب موفق صہ ۲)

قیس بن ربیع مشہور محدث کا قول ہے:۔

کان ابوحنیفہ	امام ابوحنیفہؒ ان مسائل کو جو واقع
اعلم الناس	نہ ہوئے ہوں، سب لوگوں سے زیادہ
بما لم یکن. (موفق)	جانتے تھے

اسی بنا پر مجلس تدوین میں امام ابوحنیفہؒ نے ان تمام فقہی مسائل پر بتفصیل غور فرمانا شروع کیا جن کا واقع ہونا ممکن تھا۔ مجلس تدوین کا طریقہ یہ تھا کہ امام صاحب کے اردگرد ارکین مجلس (تلامذہ امام) بیٹھ جاتے امام صاحب ایک، ایک کو لصورۃ سوال[1]

---

[1] امام شافعی رحمہ اللہ کے مشہور تلمیذ امام ابن سریج کے سامنے کسی نے امام ابوحنیفہؒ کی برائی بیان کی، امام ابن سریج نے اس سے خفا ہو کر فرمایا:۔

یا ھذا تقع فی رجل	اے فلانے ایسے شخص پر طعن کرتا ہے

اور لوگوں کے خیالات کو اُلٹتے پلٹتے جو کچھ مجلس کے اراکین کی معلومات ہوتیں، سُنتے جو اپنا خیال ہوتا ظاہر فرماتے، اگر تمام اراکین جواب مسئلہ میں متفق ہو جاتے تو اسی وقت قلمبند کر لیا جاتا۔ خدمت کتابت اسد بن عمر، یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ اور امام ابو یوسف رح سے متعلق تھی، اختلاف کی صورت میں نہایت آزادی کے ساتھ بحثیں شروع ہو جاتیں اور یہ بحث کبھی مہینوں تک قائم رہتی تلامذۂ امام اپنے اپنے علم اور معلومات کی اعتبار سے بحث کرتے رد و قدح جاری رہتی، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ خاموشی سے سب کی تقریریں اور دلائل سُنتے۔ البتہ بیچ بیچ میں آپ کی زبان سے بے ساختہ یہ آیت

فبشر عبادی الذین یستمعون القول ویتبعون احسنه

جاری ہو جاتی[1] جب باتیں شروع ہو کر بہت بڑھ جاتیں تو امام صاحب اپنی تقریر شروع فرماتے۔ بالآخر امام صاحب ایسا جچا تلا فیصلہ

---

[1] امام شافعیؒ کے مشہور تلمیذ امام سریج کیسامنے کسی نے امام ابو حنیفہؒ کی برائی بیان کی امام سریج نے اس سے خفا ہو کر فرمایا! یا هذا الی رجل سلم له جمیع الامة ثلثة ارباع العلم وهو لا یسلم لهم الربع قال وکیف ذاک تعالی العلم قسمان سوال وجواب انه وضع المسائل فسلمله النصف ثم اجاب فیها فوافقوه فی النصف والکثر فلم له الربع وانما خالفوه فی الباقی وهو لا یسلم لهم ذلك فبقی الربع متنازعا فیه بینه وبین الکل۔ دبزدوی ص ۱۶،

اے فلانے ایسے شخص پر طعن کرتا ہے جس کیلیے امت نے تین چوتھائی علم مسلم رکھا اور ان کیلیے ایک ربع بھی مسلم نہیں رکھے! کہا کیسے! ابن سریج نے جواب دیا کہ علم کی دو قسمیں ہیں، سوال اور جواب۔ امام ابو حنیفہؒ نے سوالات وضع کیے تو نصف ان کیلیے مسلم ہو گیا باقی نصف جواب کے ہیں امام ابو حنیفہؒ کے نصف جواب کی موافقت امت نے کی تو ایک چوتھائی اور ان کیلیے مسلم ہو گیا باقی چوتھائی میں مخالفت کی مگر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مخالفت قابل تسلیم نہیں۔

کرتے کہ سب کو تسلیم کرنا پڑتا اور مسئلہ کا ایک پہلو متعین ہو جاتا اور لکھ لیا جاتا۔

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ امام صاحب کے فیصلہ کے بعد بھی بعض اراکین اپنی اپنی رائے پر قائم رہتے تو سب کے اقوال قلم بند کر لیے جاتے، اس کا بھی التزام تھا کہ جب تک شوریٰ کے تمام اراکین خصوصی جمع نہ ہو جائیں، کوئی مسئلہ طے نہ کیا جائے۔ یہ بھی دستور تھا کہ جب کوئی مشکل اور پیچیدہ مسئلہ بحث مباحثے کے بعد آخری فیصلہ کی صورت اختیار کرتا تو اراکین شوریٰ
سب کے سب نعرۂ تکبیر بلند کرتے، اللہ اکبر کہتے۔ کبروا جمیعا قالوا: اللہ اکبر (موفق ج ۲ ص ۔۔۔)

تقریباً بائیس برس کی مدت میں امام صاحب کی مجلس تدوین فقہ کا مجموعۂ فقہی تیار ہو کر کتب ابی حنیفہؒ کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ مجموعہ تراسی ہزار دفعات پر مشتمل تھا، جس میں اڑتیس ہزار مسائل عبادات سے متعلق تھے، باقی پینتالیس ہزار دفعات کا تعلق معاملات اور عقوبات سے تھا اس میں انسان کے دنیوی کاروبار کے متعلقہ آئین و دستور اور معاشیات سیاسیات اور منزلیات کے متعلقہ قوانین سب ہی تھے، انہی مسائل کے ضمن میں دقائق نحو اور حساب کے ایسے ایسے دقیق مسائل بھی تھے، جن کے سمجھنے کے لیے عربیت اور جبر و مقابلہ کے ماہرین کی ضرورت ہو، اس مجموعہ کی ترتیب اس طرح تھی کہ اول باب الطہارۃ، باب الصلوٰۃ پھر عبادات کے

دوسرے ابواب ان کے بعد معاملات و عقوبات کے ابواب تھے آخر میں باب المیراث تھا۔

یہ مجموعہ ۱۴۴ھ کے قبل مکمل ہو چکا تھا، مگر بعد میں بھی اضافے ہوتے رہے کیونکہ بغداد جانے پر جیل خانے میں بھی یہ سلسلہ قائم رہا۔ امام محمدؒ کا تعلق امام صاحب کی مجلس سے وہاں ہی ہوا، اضافے کے بعد اس مجموعہ کے مسائل کی تعداد پانچ لاکھ تک پہونچ گئی حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا قول ہے۔

کتبت کتب ابی حنیفةؒ	میں نے امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں کو متعدد
غیر مرة کان یقع فیها	بار لکھا، ان میں اضافے بھی ہوتے
زیادات فاکتبها (موفق ص ۲)	رہے، ان اضافوں کو بھی لکھ لیا کرتا۔

اس مجموعہ نے امام صاحب کے زمانے میں قبولیت حاصل

ف خوارزمی کا بیان ہے۔

قد قیل بلغت مسائل	کہا گیا ہے کہ مسائل ابی حنیفہؒ کی تعداد
ابی حنیفة خمسمائة الف	پانچ لاکھ تک پہونچی ہے
مسئلة وکتبه وکتب اصحابه تدل علی ذالک	امام صاحب اور ان کے تلامذہ کی
مع ما تضمن مذهبه من المسائل لنا المشتملة مضنته	کتابیں اس پر شاہد ہیں، اس کے ساتھ
علی دقائق النحو والحساب ما یتعب استخراجها العلماء	جو مسائل غامضہ مثلاً دقائق نحو حساب جبر و مقابلہ
بالعربیة والجبر والمقابلة وفنون الحساب	اور ادبیت کے متعلقات ہیں ان پر مزید ہیں

جس قدر اجزاء تیار ہوتے تھے، ساتھ ہی ساتھ ملک میں اس کی اشاعت ہو جاتی تھی۔

جب یہ مجموعہ مکمل ہو چکا تو امام ابوحنیفہؒ نے اپنے تلامذہ کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ کوفہ کی جامع مسجد میں ایک ہزار اہل علم شاگرد جمع ہوئے جن میں چالیس وہ تھے جو مجلس تدوین کے رکن اور درجۂ اجتہاد تک پہونچے ہوئے تھے، امام صاحب نے انہیں اپنے قریب بٹھایا اور اس طرح تقریر فرمائی:

"میرے دل کی مسرتوں کا سارا سرمایہ صرف تم لوگوں کا وجود ہے، تمہاری ہستیوں میں میرے حزن وغم کے ازالے کی ضمانت پوشیدہ ہے۔ فقہ (اسلامی قانون) کی زین تم لوگوں کے لیے کس کر میں تیار کر چکا ہوں، اس کے منہ پر تمہارے لیے لگام بھی چڑھا چکا ہوں، اب تمہارا جس وقت جی چاہے اس پر سوار ہو سکتے ہو، میں نے ایسا حال پیدا کر دیا ہے کہ لوگ تمہارے نقش قدم کی جستجو کریں گے اور اسی پر چلیں گے تمہارے ایک ایک لفظ کو لوگ اب تلاش کریں گے، میں نے گردنوں کو تمہارے لیے جھکا دیا اور ہموار کر دیا۔ اب وقت آگیا ہے کہ تم سب علم کی حفاظت میں میری مدد کرو، تم سب میں سے چالیس آدمی ایسے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک عہدہ

قضا کی ذمہ داریوں کو سنبھالنے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے اور ان میں دس آدمی ایسے ہیں جو صرف قاضی ہی نہیں بلکہ قاضیوں کی تربیت و تادیب کا کام بھی بخوبی انجام دے سکتے ہیں، میں تم سب لوگوں کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں، اور علم کا جو حصہ آپ لوگوں کو ملا ہے اس کی عظمت و جلالت کا حوالہ دیتا ہوں، میری تمنا ہے کہ اس علم کو محکوم ہونے کی بے عزتی سے بچاتے رہنا اور تم میں سے کسی کو قضا کی ذمہ داریوں میں مبتلا ہونا پڑے تو میں یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ایسی کمزوریوں کا جو لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہوں جان بوجھ کر اپنے فیصلو میں جو لحاظ کریگا اس کا فیصلہ جائز نہ ہوگا، نہ اس کے لیے خدمت قضا حلال ہے، نہ اس کی تنخواہ لینا درست ہے قضا کا عہدہ اسی وقت تک صحیح اور درست ہے جب تک کہ قاضی کا ظاہر و باطن ایک ہو، اسی قضا کی تنخواہ حلال ہے، بہرحال ضرورت کو دیکھ کر اس عہدے کی ذمہ داریوں کو تم میں سے جو قبول کرے میں اس کو وصیت کرتا ہوں کہ خدا کی عام مخلوق اور اپنے درمیان روک ٹوک کی چیزوں کو مثلاً دربان، حاجب وغیرہ کو حائل ہونے نہ دے پانچ وقت کی نماز مسجد میں پڑھے

ہمیشہ لوگوں کی حاجتیں پوری کرنے کو تیار رہے، امام یعنی مسلمانوں کا امیر اگر مخلوق خدا کے ساتھ کسی غلط رویہ کو اختیار کرے تو اس امام سے قریب ترین قاضی کا فرض ہوگا کہ اس سے باز پرس کرے۔"

(معجم المصنفین ص۳۳۶ وغیرہ)

اس تقریر کے بعد مجموعہ فقہی کی اہم حیثیت واضح ہوگئی، ملک میں شہرت تام ہوگئی، غالباً اسی کے بعد خلیفہ منصور نے امام ابو حنیفہؒ کو بغداد طلب کیا اور عہدہ قضا پیش کیا، مگر امام صاحب نے قبول نہیں کیا جس کی تفصیل گذر چکی۔

خلافت راشدہ میں عدلیہ ہمیشہ خلافت کے دباؤ سے آزاد رہا۔[۱]

---

[۱] حموی حاشیہ الاشباہ میں لکھتے ہیں:-

وقد صح ان عمرؓ لما کثر اشتغالہ فلد القضاء ابا الدرداء فاختصم الیہ رجلان فقضی لاحدھما ثم لقی المقضی الیہ عمرؓ فسالہ عن حالہ؟	یہ امر بسند صحیح ثابت ہے کہ حضرت عمرؓ کے ملکی مشاغل جب بڑھ گئے تو انھوں نے قضا حضرت ابو درداء کے حوالہ کیا انہی دنوں میں دو آدمی جھگڑتے ہوئے پہونچے، حضرت ابو درداء نے ایک کے حق میں فیصلہ دیا، پھر جس کے خلاف فیصلہ ہوا تھا وہ حضرت عمرؓ کے پاس

قضاۃ کا تقرر عمل، علم و فضل، تقویٰ و دیانت اور فہم و فراست کی بنیاد پر ہوتا تھا۔

اموی اور عباسی عہد میں قضاء کی یہ دونوں خصوصیتیں ختم ہو چکی تھیں، عدلیہ خلیفہ اور اس کے درباریوں کے دباؤ میں آچکا تھا[1]

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۲

فقال قضی علی	پہونچا، حضرت عمرؓ نے حال پوچھا؟
فقال	اس نے جواب دیا، میرے خلاف فیصلہ
لو کنت انا	ہوا ہے، حضرت عمرؓ نے کہا! اگر میں فیصلہ
مکانہ لقضیت	کرتا تو تمہارے حق میں فیصلہ کرتا۔ اس
لك	شخص نے کہا، آپ تو خلیفہ ہیں، کیوں
فقال له	نہیں اپنی رائے کے مطابق فیصلہ کرتے
ما یمنعك عن القضاء	حضرت عمرؓ نے فرمایا! یہاں (یعنی میرے
فقال	پاس) کوئی نص نہیں ہے اور رائے
له لیس هناك نص	ایک مشترک چیز ہے (یعنی اس میں، ہم
والرائے مشترك	دونوں برابر ہیں)

[1] فصل قضایا میں خلفاء کی مداخلت اندازی اور بیجا طرفداری اور پھر قاضی نے اگر حق سمجھتے ہوئے خلفاء یا ان کے درباریوں کے خلاف کیا، یا رعایت نہ کی تو ذلت کے ساتھ قاضی کی معزولی کے واقعات خلفاء بنی امیہ

اسی طرح علم و دیانت کی رعایت[1] بھی ختم کیجا چکی تھی جس کی وجہ

بقیہ حاشیہ صد۳ :- اور خلفاء عباسیہ کے یہاں ہارون الرشید تک مسلسل ملتے ہیں۔ منصور کے زمانہ میں قاضی شریک کا حشر گذر چکا اب منصور کے بیٹے خلیفہ مہدی کی حکومت کا واقعہ سنیئے

مہدی نے بصرہ کا قاضی عبیداللہ بن حسن کو مقرر کیا، ان کی عدالت میں ایک تاجر نے مہدی کے ایک فوجی افیسر کے خلاف مقدمہ دائر کیا ادھر دارالامارۃ سے مہدی کا یہ پیغام پہونچا

انظر الی الارض التی یخاصم فیھا، فلان التاجر و فلان القائد فاقض بھا للقائد :- دیکھو! فلاں تاجر اور فلاں فوجی افسر کے درمیان جس زمین کا جھگڑا ہے اس مقدمہ میں فیصلہ قائد کے حق میں دو،

مگر قاضی صاحب نے اس فرمان کی پرواہ نہ کی چونکہ تاجر قاضی کے یہاں حق پر ثابت ہوا، اس لیے تاجر کے حق میں فیصلہ دیا، نتیجہ کیا ہوا :-

نعسہ له المهدی (تاریخ خطیب ج ۱۰ ص ۳۰۹) تو خلیفہ مہدی نے قاضی کو معزول کر دیا

[1] مثلاً اموی عہد کے اوائل میں مصر کے قاضی عابس کا نام ملتا ہے جو نہ لکھنا جانتا تھا نہ پڑھنا، نہ اس نے پورا قرآن پڑھا تھا، نہ وہ علم فرائض سے واقف تھا، مگر وہ پورے مصر کا قاضی تھا، یہ اس صلے میں کہ یزید کی کی بعیت کے لیے مصر میں اس نے بڑا کام کیا تھا (حسن المحاضرہ) یہ تو صرف ایک مثال ہے ورنہ قاضیوں کے تقرر میں جو بے اعتنائی برتی جاتی تھی

سے قاضیوں کے فیصلوں میں غلطیاں اور کمزوریاں[1] عام تھیں۔

پہلی وجہ کا علاج تو صرف یہی تھا کہ خلفا بیجا رعایتیں چھوڑ دیں قولاً و فعلاً قاضیوں کو فیصلہ کی آزادی دیں، اور دوسری وجہ کے اصلاح کی صورت یہ تھی کہ کوئی مدون اسلامی قانون ہو جس کے مطابق قاضی فیصلہ کریں تاکہ غلطیوں کا امکان کم ہو جائے۔

اہل علم و فضل صرف دوسری وجہ کے اصلاح کی ذمہ دار تھے۔ امام ابو حنیفہ رح نے تدوین فقہ سے اس فریضہ کو پورا کر دیا اور جب اسلامی قوانین مرتب ہو گئے تو انھوں نے اپنے شاگردوں کو عہدۂ قضا قبول کرنے کی اجازت دیدی، بشرطیکہ اس بات کی ضمانت ہو کہ خلفاء کی طرف سے بیجا طرفداری اور غلط دخل اندازی نہ ہو عہد لیہ آزاد رہے۔

بقیہ حاشیہ صد ۷۴ اور جس خود غرضی کا مظاہرہ کیا جاتا تھا، اس کی داستان طویل ہے، مشہور عابد فقیہہ تلمیذ امام مالک و من خواص اصحاب ابی یوسف یعنی بشیر بن ولید کا قول فہرست ابن ندیم صد ۲۸۷ میں ملاحظہ فرمایئے۔

[1] عباسی عہد کے بعض قضاۃ کے فیصلے اور امام ابو حنیفہ رح کی ان پر بے لاگ تنقیدیں سیرۃ النعمان (علامہ شبلی) اور امام ابو حنیفہ رح کی سیاسی زندگی (علامہ گیلانی) میں ملاحظہ فرمایئے ۱۲

امام صاحب کے عہد میں یہ آزادی مفقود تھی، اس لیے انھوں نے خود عہدہ قضا قبول نہیں کیا اور اسی آزادی کی جدوجہد میں وہ شہادت سری کی نعمت سے سرفراز ہوئے۔

امام ابوحنیفہؒ کے بعد جب عدلیہ کی آزادی میسر ہوئی، امامؒ صاحب کے تقریباً پچاس شاگردوں نے مختلف وقتوں میں عہدہ قضا قبول کیا اور وہ امام صاحب کے مجموعہ فقہی کے مطابق فیصلہ کرنے لگے۔

ہارون الرشید کے عہد میں امام ابو یوسف قاضی القضاۃ مقرر ہوئے، مملکت عباسیہ میں مغرب سے مشرق تک قاضیوں کا تقرر انہی کے ہاتھوں انجام پانے لگا؛

امام ابوحنیفہؒ کے بدون فقہ کا نام فقہ حنفی ہوا جو سارے ملک میں پھیل گئی۔

یحییٰ بن آدم کا قول ہے

قضى به الخلفاء والائمة والحكام استقر عليه الامر (موفق ص ۲۷)

خلفاء ائمہ اور حکام ابوحنیفہؒ کے مدونہ قوانین پر فیصلہ کرنے لگے اور بالآخر اسی پر عمل قائم ہوگیا۔

امام ابوحنیفہؒ کی فقہ کو دنیا میں جو حسن قبول حاصل ہوا وہ محتاج بیان نہیں، تیسری صدی سے دنیائے اسلام میں اس کو عام مقبولیت حاصل ہونے لگی، اس کے بعد عموماً ہر زمانے میں

حکومت اور عوام کی اکثریت کا مذہب یہی رہا، دنیائے اسلام کی دو ثلث آبادی اسی فقہ کی پیرو ہے۔

شیخ محمد طاہر فتنی صاحب مجمع البحار (م ۹۸۶ھ) مسبحولہ محدث کرمانی شافعی شارح بخاری (م ۷۸۶ھ) فرماتے ہیں:-

فلو لم یکن للہ سر خفی فیہ لما جمع لہ شطر الاسلام او ما یقارب بہ علی تقلیدہ حتی عبداللہ بفقہہ وعمل برائہ الی یومنا ما یقارب اربعمائۃ وخمسین سنۃ وفیہ اول دلیل علی صحتہ المغنی۔ ص۰۰	اگر اس مذہب حنفی میں اللہ تعالیٰ کی قبولیت کا راز پوشیدہ نہ ہوتا تو نصف یا اس کے قریب مسلمان اس مذہب کے مقلد نہ ہوتے، ہمارے زمانے تک جسکو امام صاحب سے تقریباً ساڑھے چار سو برس کا عرصہ ہوتا ہے ان کی فقہ کے مطابق، اللہ وحدہٗ کی عبادت ہو رہی ہے اور ان کی رائے پر عمل ہو رہا ہے،، اس میں اس کی صحت کی اوّل درجہ کی دلیل ہے۔

ملا علی قاری (م ۱۰۱۴ھ) دسویں صدی کے آخر گیارھویں صدی کے شروع میں لکھتے ہیں:-

الحنفیۃ ثلثی المومنین (مرقات ج۱ ص۲۲) حنفیہ کل مسلمانوں کے دو تہائی ہیں

ممکن ہے اب کچھ زیادہ ہی ہوں۔ واللہ اعلم

فقہ حنفی کی مقبولیت کی وجہ اسکی یہ چند اہم خصوصیتں ہیں۔

۱۔ اس کے مسائل حکم و مصالح پر مبنی اور رعایت روایت کے ساتھ اصول درایت کے عین مطابق ہیں۔

۲۔ فقہ حنفی دوسری تمام فقہوں کی بہ نسبت نہایت آسان اور یسیر العمل ہے۔

۳۔ فقہ حنفی میں معاملات کے حصہ میں وسعت، استحکام اور باقاعدگی، جو تمدن کے لیے بہت ضروری ہے تمام فقہوں سے زیادہ ہے۔

۴۔ فقہ حنفی نے غیر مسلم رعایا کو نہایت فیاضی اور آزادی سے حقوق بخشے، جس سے نظم مملکت میں بڑی سہولت ہوتی ہے۔

۵۔ احکام منصوصہ میں امام ابو حنیفہؒ نے جو پہلو اختیار کیا ہے عموماً وہ نہایت قوی اور مدلل ہوتا ہے۔

ان خصوصیات کی تفصیلات کے لیے سیرۃ النعمان علامہ شبلی حصہ دوم ملاحظہ فرمایئے۔

فقہ حنفی کی حقیقت

سلف میں علمائے امت کی دو قسمیں تھیں، ایک تو حفاظ حدیث کی جنھوں نے احادیث نبویہ کی رعایت اور حفاظت[۱] کی دوسری

---

[۱] اس سلسلے میں مولف کی تالیف "تاریخ علم حدیث" ملاحظہ فرمایئے

قسم فقہا راسلام کی ہے، جن کے اقوال پر مخلوق میں فتوے کا دارومدار ہے یہ گروہ استنباط احکام کے ساتھ مخصوص رہا، انھوں نے قواعد حلال وحرام کے ضبط کا اہتمام کیا۔

روایت حدیث میں اکابر صحابہ نہایت محتاط تھے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تقلیل روایت کی تاکید فرماتے تھے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس پر شہادت طلب کرتے تھے حضرت علی مرتضی حلف لیتے تھے۔ خلافت راشدہ کے بعد روایت حدیث کی کثرت ہونے لگی، اس کے مقابلے میں اجتہاد واستنباط احکام کا سلسلہ خلیفہ اول سے شروع ہوکر قرون ثلثہ تک ہر زمانے میں یکساں رہا اہلِ افتار صحابہ وتابعین حسب ضرور استنباط احکام کرتے رہے۔

مشہور تابعی مسروقؒ کا قول ہے کہ میں صحابہ کی صحبت میں رہا ان کے علوم کے مجموعہ یہ چھ صحابہ تھے، حضرت عمر، حضرت علی حضرت ابن مسعود۔ حضرت زید بن ثابت، حضرت ابوالدردار اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم اور ان چھ کے جامع حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعود تھے[۱] رضی اللہ عنہم

کوفہ میں علم دین کی اشاعت حضرت علقمہ، حضرت اسود، حضرت

۱؎ اعلام الموقعین ص۱۸

عمرو بن شرجبیل اور حضرت شریح جیسے کبار تابعین سے ہوئی اور یہ تمام حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے اس طبقہ کے بعد ان کے تلامذہ ابراہیم نخعی، شعبی، ابن جبیر وغیرہ ہوئے، ان کے بعد حماد بن ابی سلیمان۔ سلیمان بن المعتمر (م [illegible]) سلیمان الاعمش، اور مسعر بن کدام ہوئے، ان کے بعد شریک (م ۱۷۷ھ)، محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلی، سفیان ثوری (م [illegible]) اور امام ابوحنیفہ ہوئے، ان کے بعد اصحاب ابی حنیفہ مثلاً حفص بن غیاث وکیع ابو یوسف، زفر، حماد بن ابی حنیفہ، حسن بن زیاد اور محمد رحمہم اللہ علوم کے وارث ہوئے اور اسی روشنی میں فقہ حنفی کی تاسیس ہوئی ہم فقہ حنفی کا سلسلہ بصورۂ شجرہ اس طرح قائم کرتے ہیں۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت علی رضی اللہ عنہ — حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ

علقمہ — اسود — عمرو بن شرجیل — مسروق — شعبی — شریح

ابراہیم نخعی

حماد بن ابی سلیمان

ابوحنیفہ رحمہم اللہ تعالی

زفر — ابو یوسف — حسن بن زیاد — محمد بن حسن و دیگر تلامذہ امام

تفصیل مندرجہ بالا سے معلوم ہوا کہ دین کا وہ اہم علم جس کی ترویج واشاعت کا اہتمام اکابر صحابہ نے کتاب اللہ کے بعد اس زمانے میں کیا جبکہ روایت حدیث قلیل تھی بلکہ روایت سے لوگ روکے جاتے تھے،

خلفاء راشدین کا زمانہ جس علم کے اہتمام میں ختم ہوگیا تھا سلسلہ بہ سلسلہ امام ابو حنیفہؒ کو پہونچا، بالخصوص باب العلم سیدنا علیؓ اور کنیفٌ مُلِئ علما وحکمۃ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا وہ علم جو ۲۳ برس کی ضخیمت تام اور قرب خاص میں ان دونوں کو بارگاہ نبوت سے براہ راست حاصل ہوا تھا اور جو بالآخر تمام صحابہ کے علوم کا مجموعہ تھا چار پشت تک کبار تابعین کے سینوں میں سے گذر کر امام ابو حنیفہؒ کو پہونچا۔ ان کی اور ان کے تلامذہ کی کوششوں نے اس علم کو مدون اور مرتب کر کے ایسا آئین شریعت ملک وملت کے سامنے رکھ دیا جو حق اور ہدایت کی قوت سے دنیائے اسلام کی عبادات و معاملات کی ضرورتوں اور حاجتوں کو پورا کرنے اور دنیائے اسلام میں پھیلنے کے لیے تیار اور آمادہ تھا۔

صحابہ کے اسی مجموعۂ علوم کا نام جو چار پشتوں تک اجلۂ تابعین کے سینوں میں محفوظ رہا، مدون ہو کر "فقہ حنفی" ہے، بلاشبہ یہ فقہ ایک عالم کے لئے سرمایۂ اعمال حسنہ اور

اس کے عاجز بندوں کے لیے وسیلۂ عظمیٰ ہے
فالحمد للہ رب العلمین

فقہ حنفی کے چار عمود

جن صدہا طلبہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے بہ حیثیت طالب علم استفادہ کیا اور جن کو فروعات کی تفریع اور ان کے جواب کی تخریج میں ید طولیٰ حاصل تھا، ان میں سب سے زیادہ مشہور یہ چار ہیں۔

۱۔ امام زفرؒ

زفر بن ہذیل بن قیس کوفی (ولادت ۱۱۰ھ) پہلے حدیث پڑھی، پھر امام ابو حنیفہؒ کے حلقۂ درس میں بیٹھ کر قیاس کے امام ہوئے۔ دنیوی کشمکش سے الگ ہو کر ساری زندگی تعلیم و تعلم میں گذار دی (وفات ۱۵۸ھ) رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۲۔ امام ابو یوسفؒ

ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری (ولادت ۱۱۳ھ) پہلے علم حدیث کی تحصیل کی ہشام بن عروۃ، ابو اسحق وغیرہ سے حدیث سنی۔ مشہور محدث یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ اہل الرائے میں ابو یوسف سب سے زیادہ کثیر الحدیث اور صحیح الروایت تھے۔

تحصیل حدیث کے بعد پہلے قاضی ابن ابی لیلیٰ سے فقہ پڑھی پھر امام ابو حنیفہؒ کے حلقۂ درس میں بیٹھے اور اکابر تلامذہ ہو کر بہترین

علمی مددگار بنے۔

امام ابو حنیفہؒ کے مذہب پر کتابیں لکھیں، مسائل ابی حنیفہؒ کو روئے زمین پر پھیلایا، مہدی کے عہد میں قاضی ہوئے اور ہارون الرشید کے عہد میں پوری مملکت آل عباس کے قاضی القضاۃ مقرر ہوئے ۱۸۲ھ میں وفات پائی، فرماتے ہیں۔

ما اعظم برکۃ	امام ابو حنیفہؒ کتنے بابرکت تھے کہ
ابی حنیفہؒ فتح لنا	ہمارے لیے دنیا اور آخرت دونوں کے
سبل الدنیا والآخرۃ	برکات کی راہ کھول دی

۳۔ امام محمدؒ

محمدؒ بن فرقد شیبانی (ولادت ۱۳۲ھ) بچپن سے تحصیل علم میں لگ گئے، پہلے حدیث پڑھی، پھر امام ابو حنیفہؒ سے جبکہ وہ بغداد میں منصور کی قید میں تھے، استفادہ فقہ شروع کیا

امام ابو حنیفہؒ کا جب انتقال ہو گیا تو امام ابو یوسف سے فقہ کی تکمیل کی، امام مالک سے مدینہ جا کر موطا پڑھی۔ امام محمد نہایت ذہین اور طباع تھے، تفریع مسائل میں انھیں بڑا ملکہ تھا، امام ابو یوسفؒ ہی کے زمانہ میں مرجع انام بن گئے۔

امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کی تعلیم کا سلسلہ زیادہ تر امام محمدؒ سے قائم ہوا۔ انھیں کی کتابیں اس سلسلہ میں زیادہ مشہور ہوئیں۔ ۱۸۹ھ میں وفات پائی، عہد ہارونی میں یہ بھی قاضی ہوئے

کتبِ فقہ میں امام ابو یوسف "الثانی" اور امام محمد "الثالث" کہلاتے ہیں، دونوں کو ملا کر "صاحبین" کہا جاتا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ "شیخین" کہے جاتے ہیں اور امام ابو حنیفہ اور امام محمد "طرفین" کہلاتے ہیں، تینوں کو ملا کر "ائمہ ثلاثہ" کہتے ہیں۔

۴۔ امام حسنؒ

حسن بن زیاد لولوی۔ امام ابو حنیفہؒ سے تحصیل فقہ کی ابتدا کی اور صاحبین سے تکمیل کی، فقہ حنفی پر متعدد کتابیں لکھیں قیاس کے ماہر تھے، کچھ عرصہ قاضی رہے۔ سنہ ۲۰۴ھ میں انتقال ہوا

فقہ حنفی کے یہ وہ چار ائمہ ہیں جن سے یہ مذہب پھیلا۔ فقہ حنفی اگرچہ امام ابو حنیفہؒ کی طرف منسوب ہے، مگر فی الحقیقت ان کی اور ان کے تلامذہ بالخصوص مندرجۂ بالا چار ائمہ کی رایوں کا مجموعہ ہے اور سب پر فقہ حنفی کا اطلاق ہوتا ہے۔

رد المختار میں ہے:۔

اذا حکم الحنفی بمذهب	اگر کوئی حنفی کسی مسئلہ میں امام ابو
الیہ ابو یوسف او محمد او نحوهما	یوسفؒ یا امام محمدؒ یا کسی اور تلمیذ امام
من اصحاب الامام	ابو حنیفہؒ کی رائے کے موافق حکم

لے اور ایسے موقع پر اول سے مراد خود امام ابو حنیفہؒ ہوتے ہیں۔

فليس حكما بخلاف سايه۔ ۔ دے تو یہ امام ابو حنیفہؒ کی رائے کے خلاف نہیں ہوگا

پھر لکھتے ہیں :۔

ان اقوال اصحاب الامام غير خارجة عن مذهبه ص۳۸۵ ج ۳ ۔ بلاشبہ امام ابو حنیفہؒ کے شاگردوں کے اقوال مذہب ابی حنیفہ سے خارج نہیں ہیں۔

دورِ تدوین میں فقہ حنفی کے چند اکابر

۱۔ ابراہیم بن رستم مروزی ۔ شاگرد امام محمد ۔ نوادر امام محمد کے جامع ۔ امام مالک سے حدیث پڑھی (وفات ۲۱۱ھ)

۲۔ احمد بن حفص ابو حفص کبیر۔ شاگرد امام محمد ۔ کتب امام محمد کے راوی ۔

۳۔ بشر بن غیاث مریسی شاگرد امام ابو یوسف ۔ صاحب تصانیف (م ۲۲۸ھ)

۴۔ بشیر بن ولید کندی شاگرد امام ابو یوسف ۔ کتب امام ابو یوسف کے راوی بغداد کے قاضی (م ۲۳۸ھ)

۵۔ عیسیٰ بن ابان بن صدقہ۔ شاگرد امام محمد و امام حسن بن زیاد فقیہہ و محدث (م ۲۲۱ھ)

۶۔ محمد بن سماعہ تمیمی ۔ قاضی بغداد شاگرد امام ابو یوسف و

محمد حسن بن زیاد جامع نوادر ابی یوسف و محمد (م ۲۳۳ھ)،

۷۔ محمد بن شجاع ثلجی شاگرد حسن بن زیاد مؤلف تصحیح الآثار کتاب المضاربہ، کتاب النوادر وغیرہ، فقیہ محدث (وفات ۲۶۶ھ)

۸۔ ابو سلیمان موسیٰ بن سلیمان، جوزجانی، شاگرد امام محمدؒ مؤلف اصول و امالی (م ۔۔ھ)

۹۔ ہلال بن یحییٰ بن مسلم الرائے، وسیع العلم، فقیہ النفیس شاگرد امام زفر و امام ابی یوسف۔ مؤلف کتاب الشروط، احکام الاوقاف (م ۲۴۵ھ)

۱۰۔ احمد بن عمر الخصاف۔ آپ نے والد کے شاگرد تھے اور وہ حسن بن زیاد کے تلامیذ میں سے تھے، مؤلف کتاب الخراج، کتاب الحیل کتاب الوصایا، کتاب الشروط، کتاب الوقف، ماہر حساب فرائض تھے (وفات ۲۶۱ھ)

۱۱۔ ابو جعفر احمد بن ابی عمران قاضی مصر شاگرد محمد بن سماعہ مؤلف کتاب الحج وغیرہ (م ۲۸۰ھ)

۱۲۔ بکار بن قتیبہ بن اسد قاضی مصر شاگرد ہلال الرائے فقیہ العصر مؤلف کتاب الشروط، کتاب المحاضر والسجلات، کتاب الوثائق وکتاب الحلیل (م ۲۹۰ھ)

۱۳۔ ابو خازم عبد الحمید بن عبد العزیز شاگرد عیسیٰ و ہلال مؤلف کتاب المحاضر، کتاب ادب القاضی کتاب الفرائض، قاضی کوفہ

(وفات ۲۹۲ھ)

۱۴۔ ابو سعید احمد بن الحسین الردعی شاگرد اسمٰعیل بن حماد بن ابی حنیفہ و ابی علی الدقاق (م ۳۱۷ھ)

۱۵۔ ابو علی الدقاق شاگرد موسیٰ بن نصر رازی تلمیذ امام محمد وفات ۳۱۷ھ

۱۶۔ ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ ازدی طحاوی۔ ولادت ۲۳۹ھ۔ پہلے امام مزنی تلمیذ امام شافعی سے جو ان کے ماموں تھے فقہ پڑھی، پھر حنفی ہو گئے اور قاضی ابو جعفر ابو حازم سے فقہ پڑھی حنفیہ میں بڑے درجے کے محدث اور فقیہ، قاضی بکار کے ساتھ عرصہ تک رہے، نہایت مفید کتابیں لکھیں، جن سے حنفیت کی بڑی تائید ہوئی، ذکر آتا ہے۔ (وفات ۳۲۱ھ)

دور تدوین میں فقہ حنفی کی کتابیں

فقہ حنفیہ میں سب سے اہم اور پہلی کتاب تو وہ مجموعہ فقہی خود امام ابو حنیفہؒ نے مجلس تدوین میں لکھوائی، وہی فقہ حنفی کی اصل اور تلامذۂ امام کے مولفات کا ماخذ ہے، مگر بعد میں اس اصل کا سراغ نہیں ملتا۔

اگرچہ امام صاحب کے زمانہ میں اور ان کے بعد کتب ابی حنیفہ کے نام سے وہ مجموعہ مشہور رہا، جس کے متعلق مشہور محدث ابن المبارک کا

قول ہے :-

کتبت کتب ابی حنیفۃ عشرا مرۃ۔ — میں نے امام ابوحنیفہ کی کتابوں کو متعدد بار دیکھا۔

علامہ شبلی سیرۃ النعمان میں لکھتے ہیں :-

امام صاحب کی تصنیفات کا ضائع ہوجانا اگرچہ محل تعجب نہیں، اس عہد کی ہزاروں کتابوں میں سے آج ایک کا بھی وجود نہیں، امام اوزاعی، ابن جریج۔ ابن عروبہ، حماد بن معجز، ان کی تالیفات عین اسی زمانے میں شائع ہوئیں، جب امام ابوحنیفہ" کا دفتر مرتب ہورہا تھا تاہم ان کی کتابوں کا نام بھی کوئی نہیں جانتا، لیکن امام ابوحنیفہ کی کتب کی گمشدگی کی ایک خاص وجہ ہے امام صاحب کا مجموعہ فقہ اگرچہ بجائے خود مرتب اور خوش اسلوب تھا، لیکن قاضی ابو یوسف وامام محمد نے انہیں مسائل کو اس توضیح وتفصیل سے لکھا ہے اور ہر مسئلہ پر استدلال اور برہان کے ایسے حاشیے اضافہ کئے ہیں کہ انہیں کا رواج عام ہوگیا اور اصل ماخذ سے لوگ بے پرواہ ہوگئے ٹھیک اسی طرح جس طرح کہ متاخرین نحویوں کی تصنیفات کے بعد فراء، کسائی، خلیل ابوعبیدہ کی کتابیں دنیا سے ناپید ہوگئیں، حالانکہ یہ لوگ

فنِ نحو کے بانی اور مدونِ اول تھے"۔ ص ۲

امام ابوحنیفہ کے تلامذہ میں سب سے پہلے ان کے جلیل القدر شاگرد امام ابو یوسف نے متعدد کتابیں لکھیں، جو مستقل تصنیفیں بھی ہیں اور ان کے اِمالی یعنی تقریریں بھی جمع کی گئیں، ابن ندیم نے کتب ابی یوسف کی طویل فہرست دی ہے، ان میں سے کتاب الخراج اور کتاب اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلیٰ، یہ دونوں چھپ چکی ہیں۔

امام ابوحنیفہ کے مذہب پر دورِ تدوین میں جتنی کتابیں محفوظ رہیں اور بعد میں اس پر کام ہوتا رہا اور مشہور ہوئیں، وہ امام محمدؒ کی کتابیں ہیں،

فقہ سے متعلق ان کی کتابیں دو قسم کی ہیں، ایک تو وہ جن کی روایت امام محمدؒ سے اس قدر عام اور شہرت کے ساتھ ہوئی کہ قلوب پر ان کتابوں کا اعتماد قائم ہوگیا اور ان کے مسائل کو عام طور پر علماء حنفیہ نے تسلیم کرلیا، یہ کتابیں ظاہر الروایۃ کے نام سے مشہور ہیں، دوسری وہ کتابیں جن کو اعتماد کا یہ درجہ حاصل نہیں، یہ نوادر کہلاتی ہیں۔

کتب ظاہر الروایۃ یہ چھ ہیں۔

۱۔ جامع صغیر یہ کتاب مسائل فقہیہ کے چالیس کتب پر مشتمل ہے۔ اس کی روایت امام محمد سے عیسیٰ بن ابان اور

محمد بن سماعہ نے کی، پہلی کتاب، کتاب الصلوۃ ہے، آخر میں کتاب الوصایا اور متفرقات ہیں۔

اس کے ابواب خود امام محمدؒ نے قائم نہیں کیے بلکہ قاضی ابو طاہر محمد بن محمد بن الدباس نے اس کی تبویب کی۔ امام محمدؒ اس کتاب کے مسائل کی روایت امام ابو یوسف سے اور وہ امام ابو حنیفہ سے کرتے ہیں، اس میں دلائل نہیں ہیں۔ یہ کتاب مصر میں چھپی ہے اور ہندوستان میں مولانا عبد الحئی فرنگی محلی کے حاشیہ کے ساتھ چھپی ہے۔

۲۔ جامع کبیر یہ کتاب جامع صغیر کی طرح ہے، مگر اس میں مسائل اور تفریع بہت زیادہ ہیں یہ کتاب بھی حیدرآباد میں چھپی ہے۔

۳۔ مبسوط۔ یہ کتاب اصل کے نام سے مشہور ہے امام محمدؒ کی تصانیف میں یہ کتاب سب سے بڑی ہے، اس میں انھوں نے ایسے ہزاروں مسئلے جمع کیے ہیں، جن کے جواب خود امام ابو حنیفہؒ نے استنباط کیے ہیں اور ان میں بعض مسائل وہ بھی ہیں جن میں امام ابو یوسف اور امام محمدؒ نے ان سے اختلاف کیا ہے۔ اس کتاب میں ان کی عادت یہ ہے کہ مسئلہ کو وہ ان آثار سے شروع کرتے ہیں جنکی ان کو روایت حاصل ہے، پھر ان سے ماخوذ مسائل ذکر کرتے ہیں اور اکثر ان مسائل پر خاتمہ کرتے ہیں جن میں امام ابو حنیفہ اور ابن ابی لیلیٰ کا اختلاف ہوا۔ اس کتاب کے راوی احمد بن حفص ہیں، اس

کتاب میں علل و احکام قیاسیہ نہیں ہیں

۴۔ زیادات اصل کے مسائل پر زائد مسائل ہیں، اس کی زیادۃ الزیادات بھی امام محمدؒ نے لکھی۔ اس کے راوی بھی احمد بن حفص ہیں

۵۔ السیر الصغیر بروایت احمد بن حفص، اس کتاب میں، جہاد اور حکومت وسیاست کے مسائل ہیں۔

۶۔ السیر الکبیر مثل السیر الصغیر کے ہے مگر اس سے بڑی اور اس میں مسائل زیادہ ہیں۔ یہ کتاب فقہ میں امام محمدؒ کی آخری تالیف ہے، اس کے راوی ابو سلیمان جوزجانی اور اسمعیل بن ثوابہ ہیں، یہ کتاب سرخسی کی شرح کے ساتھ ممزوج حیدرآباد میں چھپی ہے۔

دورِ تدوین کے بعد علماء حنفیہ نے انہی کتابوں پر زیادہ اعتماد کیا، ان کی شرحیں لکھیں، ان کے مسائل کو جمع کیا اور ان کا اختصار کیا گویا بعد میں مذہب حنفیہ کی بنیاد انھیں کتابوں پر قائم ہوگئی چوتھی صدی کے آغاز میں ابو الفضل محمد بن احمد المروزی المعروف بہ حاکم شہید نے کافی کے نام سے کتاب لکھی، جس میں کتب ظاہر الروایۃ کے تمام مسائل جمع کردیئے، مکررات کو حذف کردیا، سرخسی نے اسکی طویل شرح لکھی، جو تیس جلدوں میں چھپ چکی ہے۔ اب مبسوط کے نام سے یہی کتاب مشہور ہے۔

کتب نوادر

کتب ستہ "ظاہر الروایۃ" کے علاوہ امام محمدؒ نے فقہ کی دوسری جتنی کتابیں تالیف کیں یا ان کی طرف منسوب ہیں وہ سب نوادر کہلاتی ہیں۔ مثلاً امالی محمد، کیسانیات، جرجانیات، رقیات، ہارونیات نوادر ابن رستم وغیرہ

فقہ کے علاوہ حدیث وآثار پر امام محمدؒ کی تین کتابیں مشہور ہیں

۱۔ موطا امام محمد۔ یہ اصل میں موطا بروایت امام محمد ہے، مگر امام محمدؒ نے عراقی روایتوں کو اس پر اضافہ کیا یہ کتاب متعدد بار مولانا عبد الحیٔ صاحب مرحوم کے حاشیہ کے ساتھ چھپی ہے۔

۲۔ کتاب الآثار۔ یہ کتاب بھی مشہور متداول ہے موطا میں اہل مدینہ کے آثار صحابہ وتابعین کے مقابلہ میں امام محمدؒ نے کوفہ کے آثار صحابہ وتابعین کو جمع کیا ہے۔

۳۔ کتاب الحجج اس کتاب میں اہل مدینہ کے آثار واحادیث کو لکھنے کے بعد اہل عراق کے احادیث وآثار کو لکھا اور دونوں میں محاکمہ کیا۔ یہ کتاب لکھنؤ میں ایک بار چھپی امام محمد رحمہ اللہ کی اور بھی کتابیں ہیں، جنکا ذکر ابن ندیم نے کیا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کے تلامذہ میں حسن بن زیاد نے بھی متعدد کتابیں لکھیں، مثلاً کتاب المجرد لابی حنیفہ، کتاب ادب القاضی

کتاب الخصال، کتاب التصنیفات، کتاب الخراج، کتاب الفرائض کتاب الوصایا۔ لیکن ان کتابوں کا درجہ امام محمدؒ کی کتابوں کے بعد ہے۔

تلامذہ امام محمدؒ میں سے عیسیٰ ابن ابان نے کتاب الحج کتاب خبر الواحد کتاب الجامع کتاب اثبات القیاس، کتاب اجتہاد الرائے، لکھی۔

اس دور کا خاتمہ ایک عظیم القدر امام و مصنف امام ابوجعفر احمد بن طحاوی پر ہوتا ہے۔ جنھوں نے احادیث و آثار کی روشنی میں شافعیت کے مقابلے میں حنفیت کا خوب انتصار کیا۔ ابن ندیم نے ان کی بہت سی تالیفات کا ذکر کیا ہے، ان میں سے حسب ذیل دو کتابیں مشہور و متداول ہیں۔

۱۔ کتاب مشکل الآثار۔ احادیث مختلفہ کی توجیہہ میں عمدہ کتاب ہے۔ حیدرآباد میں چھپی ہے۔ ابوالولید باجی مالکی نے اس کی تلخیص لکھی۔

۲۔ کتاب شرح معانی الآثار۔ یہ کتاب اہلِ حجاز اور اہلِ عراق کے مستدل احادیث کا نہایت عمدہ مجموعہ ہے، اس میں فریقین کے احادیث و آثار کے لکھنے کے بعد امام طحاوی نے بطریق نظر ترجیح کا طریقہ اختیار کیا ہے اور مذہب حنفیہ کا خوب انتصار کیا۔ اس کتا سے فقہ میں بڑی بصیرت حاصل ہوتی ہے۔

ابن ندیم نے انکی ایک ضخیم کتاب کا ذکر بھی کیا ہے، اس کا نام اختلاف الفقہاء ہے مگر لکھا ہے کہ اس کی تکمیل نہ ہو سکی۔

امام مزنی تلمیذ امام شافعی کے مختصر مزنی کے جواب میں امام طحاوی کی مختصر طحاوی بھی مشہور ہے۔

دور تدوین میں اہلسنت کے وہ دوسرے

مذاہب فقہ جو موجود ہیں

فقہ حنفی کے بعد مملکت اسلام میں متعدد مذاہب فقہ مدون ہو کر شائع ہوئے، ان میں امام مالکؒ کی فقہ مالکی امام شافعیؒ کی فقہ شافعی اور امام احمد حنبل رحؒ کی "فقہ حنبلی" نے کافی فروغ پایا۔ اب ہم تینوں کی فقہ کی علٰحدہ علیحدہ تفصیل کرتے ہیں۔

امام مالک رحمہ اللہ۔ سوانح

امام دار الہجرۃ مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر کا سلسلہ نسب یمنی قبیلۂ ذی اصبح تک منتہی ہوتا ہے۔

امام مالک کے اجداد میں ایک شخص یمن سے مدینہ آکر آباد ہو گئے تھے، ان کے پردادا ابو عامر صحابی رسول ؐ تھے، بدر کے سوا تمام غزوات میں شریک ہوئے تھے۔

امام مالک کی ولادت ۹۳ھ میں مدینہ میں ہوئی اور مدینہ ہی میں تحصیل علم کی۔

سب سے پہلے عبدالرحمٰن بن ہرمز سے حدیث پڑھی، پھر زہری، نافع، ابن ذکوان اور یحییٰ بن سعید رحمہم اللہ سے حدیثیں سنیں۔ فقہ کی تعلیم فقیہ حجاز ربیعۃ الرائے[1] سے پائی۔

امام مالک کو جب ان کے شیوخ حدیث و فقہ نے روایت حدیث وافتاء کی اجازت دیدی تو مسند روایت وافتاء پر بیٹھے، فرماتے ہیں:۔

"جب تک ستر شیوخ نے میری اہلیت کی شہادت نہ دیدی میں مسند درس وافتاء پر نہیں بیٹھا۔"

امام مالک علم حدیث کے بھی مسلم امام ہیں، ان کے شیوخ مثلاً ربیعۃ الرائے۔ یحییٰ بن سعید، موسیٰ بن عقبہ اور ان کے[2] معاصرین مثلاً سفیان ثوری، لیث، اوزاعی۔ ابن عیینہ اور تلامذہ ابی حنیفہ مثلاً عبداللہ بن مبارک، ابو یوسف اور محمد بن حسن وغیرہ نے بھی ان سے

---

[1] فہرست ابن ندیم میں ربیعۃ الرائے کے تذکرہ میں لکھا ہے۔

عن ابی حنیفۃ امام ابو حنیفہ سے ربیعۃ الرائے نے اخذ ولکنہ تقدمہ فقہ حاصل کی مگر انتقال ابو حنیفہ فی الوفاۃ ص ۲۸۵ سے پہلے ہوا۔

[2] دار قطنی نے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے بھی امام مالک سے (بقیہ ۹۶ پر)

حدیث روایت کی۔

امام شافعی نے بھی ان سے حدیث پڑھی، امام مالک کی سب سے اہم تالیف حدیث موطا ہے جس کو ان سے ہزار آدمیوں نے سُنی۔ جن میں مجتہدین، محدثین، صوفیہ، فقہا، امرار اور خلفا سب ہی تھے۔

امام مالکؒ کی مجلس درس نہایت باوقار تھی، ساری زندگی مدینۃ الرسول میں بسر کی، کسی دوسرے شہر میں نہیں گئے۔

مسجد نبوی میں درس وافتاء کا شغل قائم رہا۔ لوگ سفر کر کے ان کے پاس آتے تھے اور ان سے حدیث و فقہ پڑھ کر جاتے تھے، بالخصوص مصر اور افریقہ کے لوگوں نے ان سے مسائل فقہ سیکھے اور اپنے وطن میں ان مسائل کی اشاعت کی جن کا ذکر آتا ہے۔

اوپر بیان ہوچکا ہے کہ امام مالکؒ نے منصور عباسی کے مقابلے میں نفس زکیہ علوی کی اپنے فتوےٰ سے تائید کی تھی۔

(باقی حاشیہ صفحہ ۹۵) روایت کی ہے مگر تدریب میں امام سیوطی لکھتے ہیں:۔

ان اباحنیفۃ لم یثبت روایۃ عن مالک انما اورد ھا الدارقطنی والخطیب لروایتین وقعتا لھم باسنادین فیھما مقال (معجم ص۲)	امام ابوحنیفہؒ کی روایت امام مالکؒ سے ثابت نہیں ہاں دارقطنی اور خطیب نے دو روایتیں امام مالکؒ سے امام ابوحنیفہؒ کی روایت لکھی ہے مگر دونوں کی سندوں میں گفتگو ہے۔

نفس زکیہ کی شہادت کے بعد منصور نے اپنے عم زاد بھائی جعفر عباسی کو اہلِ مدینہ سے تجدید بیعت کے لیے بھیجا۔

اس کو جب امام مالک کے فتوے کا علم ہوا تو اس نے نہایت ذلت کے ساتھ دارالامارہ بلوا کر امام مالک کو ستر کوڑے لگوائے لیکن جب منصور کو معلوم ہوا تو اسے افسوس ظاہر کیا۔ اپنی معذرت کہلا بھیجی اور عراق طلب کیا۔ مگر امام مالک عراق جانے پر راضی نہ ہوئے منصور نے بھی زیادہ اصرار نہ کیا۔ منصور جب حج کو آیا، امام مالک سے ملاقات کی اور نہایت اعزاز و اکرام سے پیش آیا۔

امام مالک نے بقیہ زندگی نہایت عزت کے ساتھ مدینہ میں مشغل درس و افتار بسر کی اور ۱۷۹ھ میں امام دارالہجرۃ واصلِ بحق ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

فقہ مالکی

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ امت میں مسائل دین کی اشاعت زیادہ تر حضرت عبداللہ بن مسعود۔ حضرت عبداللہ بن عمر۔ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت زید بن ثابت کے شاگردوں سے ہوئی۔

اول الذکر تینوں بزرگ ان کے یہاں عبادلہ ثلثہ کہلاتے ہیں، موخر الذکر ہر سہ بزرگ چونکہ زیادہ تر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں رہے، اس لیے ان کا علم حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً میں زیادہ شائع ہوا حرم رسول مدینۂ منورہ انکے علوم کا مرکز رہا۔

ان کے بعد فقہاء سبعہ مدینہ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود، عروہ، قاسم، سعید بن المسیب، سلیمان خارجہ اور سالم بن عبد اللہ بن عمر ان کے علوم کے حامل بنے، ان سے ابن شہاب زہری، نافع، ابو الزناد، یحییٰ بن سعید اور ربیعہ الرائے نے علوم حاصل کئے، ان کے بعد یہ علوم امام مالک رحمہ اللہ کو پہونچکر "فقہ مالکی" کہلائے اس کا شجرہ اس طرح ہے

عمرؓ عائشہؓ زید بن ثابت عبد اللہ بن عمر عبد اللہ بن عباس

عبید اللہ عروہ قاسم سعید سلیمان خارجہ سالم

ابن شہاب نافع ابو الزناد یحییٰ بن سعید ربیعہ

امام مالک رحمہ اللہ

تقریباً کم وبیش پچاس سال تک امام مالکؒ کا تعلق درس وافتاء سے رہا، طلبہ ان سے مسائل سیکھتے تھے، عوام ان سے مسائل دریافت کرتے تھے، امام مالک جواب دیتے تھے۔

امام مالک کے انتقال کے بعد ان کے شاگردوں نے اجوبۂ امام مالک کو مدون کیا۔ تدوین کے بعد اس مجموعہ کا نام فقہ مالکی ہوا جس کی اشاعت امام مالک کے شاگردوں اور ان شاگردوں کے شاگردوں نے مالک بھر کی۔

امام مالک اپنے فتاوی میں اولاً کتاب اللہ پر، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اِن حدیثوں پر جو ان کے نزدیک صحیح تھیں، اعتماد کرتے تھے، اور اس معاملے میں ان کا دار و مدار علمارِ حجاز میں سے کبار محدثین پر تھا، جس چیز پر اہلِ مدینہ عامل تھے وہ اس کو نہایت اہمیت دیتے تھے، کبھی حدیثِ صحیح کو اس بنار پر رد کر دیتے تھے کہ اہلِ مدینہ نے اس پر عمل نہیں کیا۔

امام مالکؒ کے نزدیک تعامل اہلِ مدینہ مستقل حجت تھا، تعامل واجماع اہلِ مدینہ کے بعد ان کے یہاں قیاس کا درجہ تھا۔ مگر حنفیہ کی طرح قیاس کی ان کے یہاں کثرت نہیں تھی۔ حنفیہ کے استحسان کی طرح امام مالک بھی مصالحِ مرسلہ یعنی استصلاح[1] پر عمل کرتے تھے، اس طرح استنباطِ مسائل کے ذرائع امام مالک کے یہ تھے قرآن - احادیثِ رسولؐ - آثارِ اہلِ مدینہ، تعامل اہلِ مدینہ، قیاس اور استصلاح۔

امام مالک کے وہ شاگرد یا شاگردوں کے شاگرد جن سے فقہ مالکی کی اشاعت ہوئی

امام مالکؒ ہمیشہ مدینہ ہی میں رہے اہلِ مدینہ کے علاوہ باہر سے لوگ سفر کرکے ان کے پاس آتے، اِن سے حدیث پڑھتے اور

---

[1] اس سے مراد وہ مصلحت ہے جس سے کسی ایسے مقصد شرعی کی حفاظت ہو۔

مسائل سیکھتے۔

زیادہ تران کے پاس مصری، مغربی (یعنی اہل افریقیہ) اور اندلسی آئے اور انہی لوگوں نے تمام شمالی افریقیہ، اندلس اور مصر میں فقہ مالکی کی اشاعت کی مشرق یعنی بصرہ، بغداد اور خراسان میں امام کے شاگردوں کے ذریعہ فقہ مالکی کی اشاعت ہوئی۔

مدینہ میں امام مالک کے سب سے بڑے شاگرد ابو مروان عبدالملک بن عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سلمۃ الماجشون تھے، جو قریشی بنو تیم کے آزاد شدہ غلام تھے۔ احمد بن معدل ابن حبیب اور سحنون وغیرہ نے ان سے فقہ مالکی سیکھی۔ ان کی وفات سنہ ۲۱۲ میں ہوئی۔

مصریوں میں جو لوگ امام مالکؒ کے پاس سفر کر کے آئے اور وہ اور ان کے جو شاگرد مذہب مالک کے ستون بنے ان کے نام حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ ابو محمد عبداللہ بن وہب بن مسلم قریشی۔ امام لیث، سفیان

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۹ کیجائے جسکا مقصد شرعی ہونا کتاب یا سنت یا اجماع سے معلوم ہو البتہ اسکے قابل اعتبار ہونیکی شہادت کوئی اصل معین نہ دے بلکہ اسکا مقصود ہونا دلیل واحد سے نہیں بلکہ دلائل کا مجموعہ حالات کے قرائن اور متفرق علامتوں سے معلوم ہو، مزید تفصیل مستصفی امام غزالی میں دیکھئے۔

بن عیینہ اور امام ثوری وغیرہ سے حدیث پڑھی، امام مالک کے پاس ۱۴۲ھ میں آئے اور ان سے فقہ سیکھی اور ان کی وفات تک ان کے ساتھ رہے، فقیہ مصر استاد نے ان کو لقب دیا "کثیر الحدیث" اور امام مالک کے مذہب جاننے میں معتمد تھے ۱۹۷ھ میں مصر میں وفات پائی۔

۲۔ ابو عبداللہ عبدالرحمٰن القاسم العتقی ۔ امام لیث، الماجشون اور مسلم بن خالد وغیرہ سے روایت حدیث کی ۱۵۰ھ میں مدینہ پہونچے امام مالک سے فقہ حاصل کی پھر مصر واپس ہوئے اور وہاں فقہ مالکی کی اشاعت کی ۱۹۱ھ میں وفات پائی۔

۳۔ اشہب بن عبدالعزیز القیسی العامری الجعدی ۔ امام مالک سے فقہ سیکھی"۔ ابن القاسم کے بعد مصر کی فقہی سیادت انھیں ملی ۲۰۴ھ میں وفات پائی۔

۴۔ ابو محمد عبداللہ بن الحکم بن اعین ۔ امام مالک کے مذہب کے محقق اشہب کے بعد فقہ مالکی کے مصری رئیس ہوئے ۲۱۴ھ میں انتقال ہوا۔

۵۔ اصبغ بن الفرج الاموی ۔ امام مالک کے انتقال کے دن مدینہ پہونچے ۔ ابن القاسم ابن وہب وغیرہ تلامذۂ امام مالک سے فقہ سیکھی۔

۶۔ محمد بن عبداللہ بن عبدالحکیم تلمیذ ابن وہب و اشہب و

ابن القاسم وغیرہ۔ امام شافعی کے بھی حلقۂ درس میں رہے، مصر کے مسلّم فقیہ و مقتدی۔ وفات ۲۶۸ھ

۷۔ محمد بن ابراہیم بن زیاد الاسکندری المعروف بابن المواز شاگرد ابن الماجشون و ابن الحکم وغیرہ۔ فقیہ مصر، وفات دمشق میں ۲۶۹ھ میں ہوئی۔ شمالی افریقہ اور اندلس میں امام مالک کے حسب ذیل مشہور تلامذہ تھے۔

۱۔ ابوالحسن علی بن زیاد تونسی، امام مالک سے موطا سُنی سحنون اہل افریقہ میں کسی کو ان پر ترجیح نہیں دیتے تھے۔

۲۔ ابوعبداللہ زیاد بن عبدالرحمٰن القرطبی الملقب بشبطون امام سے موطا سُنی اور ان سے سُنے ہوئے فتاوی کی ایک کتاب مرتب کی جو سماع زیاد کے نام سے مشہور ہے۔ موطا کو سب سے پہلے حرمین سے اندلس لائے اور اس کو اندلس میں رائج کیا امام مالک کے یہاں دوبار آئے، انکی وفات ۱۹۳ھ میں ہوئی۔

۳۔ عیسیٰ بن دینار اندلسی، سفر کر کے مدینہ آئے اور امام مالک اور ابن القاسم سے فقہ سیکھ کر واپس ہوئے۔ قرطبہ کے مفتی تھے وفات ۲۱۲ھ میں ہوئی۔

۴۔ اسد بن فرات۔ پہلے تونس میں علی بن زیاد سے فقہ پڑھی، پھر مدینہ آئے اور امام مالک سے موطا سنی یہاں سے عراق گئے اور امام ابویوسف، امام محمد اور اسد بن عمرو وغیرہ اصحاب

ابی حنیفہؒ سے فقہ عراقی بھی سیکھی۔ مسائل مالک کی سب سے پہلی کتاب مدونہ تالیف کی سنہ ۲۱۲ھ میں وفات پائی۔

۵۔ یحییٰ بن یحییٰ بن کثیر اللیثی ابتدار میں زیاد بن عبد الرحمن سے موطا مالک سنی پھر خود امام مالک سے مدینہ آکر دوبارہ موطا کی سماع کی، اسی سال امام مالک کا انتقال ہوا، واپس وطن گئے پھر سفر اختیار کیا اور ابن القاسم سے فقہ سیکھی۔ موطا امام مالک انہی کی روایت سے مشہور ہے، اندلس میں امام مالک کا مذہب یحییٰ کے ذریعہ پھیلا، سنہ ۲۳۴ھ میں وفات پائی۔

امام مالک کے شاگردوں میں سے اندلس میں یہ دو فقیہ زیادہ مشہور ہوئے۔

۱۔ عبد الملک بن حبیب بن سلیمان السلمی۔ پہلے اندلس میں تحصیل علم کی، سنہ ۲۰۸ھ میں سفر کیا، ابن ماجشون، مطرف، ابن عبد الحکم اور اسد بن موسی۔ تلامیذ مالک سے فقہ و حدیث پڑھی سنہ ۲۱۶ھ میں اندلس واپس ہوکر قرطبہ کے مفتی ہوئے۔ کتاب الواضحہ مشہور تالیف ہے سنہ ۲۳۸ھ میں وفات پائی۔

۲۔ عبد السلام بن سعید التنوخی الملقب بسحنون مصر پہونچے اور ابن قاسم و ابن وہب وغیرہ تلامذہ مالک سے فقہ سیکھی وہاں سے مدینہ آئے اور علمائے مدینہ سے استفادہ کیا سنہ ۱۹۱ھ میں افریقیہ واپس ہوئے، آخر عمر میں افریقیہ کے قاضی ہوگئے

مدونہ ابن فرات کی تہذیب کی، سنہ ۲۴۰ھ میں وفات پائی۔ مشرق یعنی عراق میں فقہ مالکی کی اشاعت کرنے والے، امام مالک کے تلامذہ کے تلامذہ ہیں، ان میں یہ دونوں زیادہ مشہور ہیں۔

۱۔ احمد بن معدل بن غیلان العبدی۔ انھوں نے فقہ عبدالملک بن الماجشون اور محمد بن مسلمہ سے پڑھی۔

۲۔ قاضی ابو اسحٰق اسمٰعیل بن اسحٰق بن اسمٰعیل بن حماد بن زید ابن معدل وغیرہ کے شاگرد تھے، عراق کے مالکیوں نے ابو اسحٰق ہی سے فقہ کی تعلیم پائی، ان کی وفات سنہ ۲۸۲ھ میں ہوئی۔

دورِ تدوین میں فقہ مالکی کی کتابیں

امام مالکؒ نے اپنی فقہ خود مدون نہیں کی، ان کی فقہ پر ان کے تلامذہ اور بعد والوں نے کتابیں لکھیں، سب سے پہلے مسائل مالک اسد بن فرات نے مدون کیا، جنہوں نے تلامذہ امام ابی حنیفہ سے بھی عراقیوں کی فقہ سیکھی تھی۔

سوالات امام محمد کی کتابوں سے اخذ کئے اور جوابات امام مالک کے دیئے ہوئے لکھے، ان سے وہ جوابات سحنون نے حاصل کیے اور اسدیہ نام رکھا سنہ ۱۸۰ھ میں سحنون اسکو لیکر ابن قاسم کے پاس پہونچے۔ ابن قاسم نے چند مسائل کی اصلاح کی۔
مدونہ ابن فرات کے مسائل غیر مرتب تھے، اس لیے سحنون نے

نئے سرے سے اس کی ترتیب دی اور بعض مسائل پر آثار کا اضافہ کیا۔

مدونہ سحنون کے مسائل کی تعداد ۳۶ ہزار ہے اور مالکیہ کے نزدیک یہی مدونہ اساس فقہ مالکی قرار پایا۔ مدونہ کے بعد ابن عبد الحکم نے تین کتابیں تالیف کیں۔

۱۔ مختصر کبیر۔ اس میں ۱۰ ہزار مسائل ہیں۔
۲۔ مختصر اوسط۔ اس میں ۱۴ ہزار مسائل ہیں۔
۳۔ مختصر صغیر۔ اس میں ۱۲ ہزار مسائل ہیں۔

اس دور کے دوسرے مولفات یہ ہیں۔
کتاب الاصول لاصبغ بن الفرج، کتب مسموعات ابن القاسم کتاب احکام القرآن۔ کتاب الوثائق والشروط۔ کتاب آداب القضاء کتاب الدعوی والبینات لمحمد بن عبد الحکم۔ المستخرجہ لمحمد القیسی القرطبی کتاب الجامع محمد بن سحنون۔ المجموعہ علی مذہب مالک واصحابہ لابن عبدوس، اس دور میں مالکیہ کے سب سے بڑے مصنف دو ہیں۔

۱۔ قاضی اسمعیل بن اسحق مصنف کتاب المبسوط علی مذہب المالکیہ وغیرہ۔

۲۔ محمد بن ابراہیم بن زیاد الاسکندری المعروف بابن المواز المصری۔ مالکیوں نے فقہ میں جو کتابیں، تالیف کیں،

ان میں الاسکندری کی کتاب سب سے بڑی اور صحیح ترین ہے قابسی نے اس کو تمام امہات کتب مالکیہ پر مقدم رکھا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ

ابو عبداللہ محمد بن ادریس بن عثمان، بن شافع الشافعی المطلبی آپ کی نویں پشت پر عبد مناف ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چوتھی پشت میں ہیں۔

امام شافعی کی والدہ ام الحسن بنت حمزہ بن القاسم بن یزید بن امام حسنؓ تھیں۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ علیہ صوبہ عسقلان میں بمقام غزہ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے، دو برس کے تھے کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ ماں نے پرورش کی، دس برس کی عمر میں قرآن حکیم اور موطا کو حفظ کر لیا، پھر مکہ پہونچکر وہاں کے فقیہ مسلم بن خالد زنجی سے فقہ حاصل کی، اس وقت پندرہ سال کی عمر تھی، استاد نے فتوے دینے کی اجازت دی۔ مگر استاد سے سفارشی خط لیکر امام مالکؒ کی خدمت میں آئے، ان کو موطا سنائی اور ان سے فقہ سیکھی، مزید برآں اکیاسی شیوخ سے حدیثیں سنیں۔

ہارون الرشید کے عہد میں والیٔ نجران ہوئے، لوگوں نے سادات کی موافقت کا الزام لگایا۔ گرفتار ہوکر ۱۸۴ھ میں ہارون الرشید کے پاس رقعہ لائے گئے، لیکن فضل بن ربیع حاجب کی سفارش سے

رہائی پائی اور پھر اپنے عہدے پر بحال ہو گئے مگر زیادہ تک وہاں نہیں رہ سکے، ملازمت چھوڑ دی، عراق پہونچے۔

امام محمد بن حسن تلمیذ امام اعظمؒ کے یہاں آمد و رفت شروع کی اور ان سے بسلسلۂ فقہ حنفی استفادہ کرنے لگے۔ اس طرح امام شافعی طریقۂ علماء حدیث، طریقۂ اہل حجاز بواسطۂ امام مالک اور طریقۂ اہل عراق بواسطۂ امام محمد تینوں کے جامع ہوئے، پھر مکہ واپس ہوئے اور وہاں آنے جانے والے علماء امصار سے تبادلۂ خیال اور استفادۂ علمی کا مزید موقعہ ملا۔

امام شافعیؒ ۱۹۵ھ میں عراق آئے، اس آمد میں علماء عراق کی ایک جماعت نے ان کی شاگردی اختیار کی۔

امام شافعی نے طریقۂ حجازیین و عراقیین و محدثین سے ملا جلا ایک مسلک مدون کیا، اس پر کتابیں لکھیں، لوگوں کو املا کرائے اور اسی کے مطابق فتوے دیئے۔ یہ مسلک امام شافعی کا مذہب قدیم کہلاتا ہے۔

عراق میں امام شافعیؒ کو کافی شہرت حاصل ہوئی، علماء کی ایک جماعت نے ان کا یہ طریقہ قبول کیا۔ اپنے مخالفین سے امام شافعی نے مناظرے بھی کئے، ان کی تردید میں رسالے بھی لکھے، پھر مکہ واپس ہوئے۔

۱۹۸ھ میں مکہ سے دوبارہ عراق آئے اور چند مہینے قیام

کے بعد مصر تشریف لے گئے۔

مصر میں امام مالک کا مذہب رائج تھا۔ امام شافعیؒ نے علمار مصر کے سامنے اپنا مذہب پیش کیا۔ مصری ماحول میں امام شافعیؒ کے فقہی نظریے میں کچھ تبدیلی ہوئی تو انھوں نے اپنی عراقی فقہ سے کچھ بدلی ہوئی نئی مصری فقہ پر کتابیں لکھیں، یہ امام شافعیؒ کا مذہب جدید کہلاتا ہے۔

امام شافعیؒ نے اپنے مذہب کی خود اشاعت کی، تلامذہ کی جماعت نے بھی خوب انتصار کیا اور یہ فقہ مصر میں کافی مقبول ہوئی امام شافعی رحمہ اللہ ۱۹۸ھ سے ۲۰۴ھ تک برابر مصر میں رہے اور ۲۰۴ھ میں مصر ہی میں وفات پائی۔

فقہ شافعیؒ

امام شافعیؒ فقہ حنفی اور فقہ مالکی دونوں سے خوب واقف تھے ساتھ ہی علم حدیث میں بھی انھوں نے کمال تبحر حاصل کیا، اس لیے طریقۂ اہل عراق اور اہل حجاز کو اپنے نظریہ کے مطابق احادیث کے ذریعہ تطبیق و ترجیح کے ساتھ خود اپنی نئی فقہ ترتیب دی اور تخریج مسائل کیے۔ جیسا کہ ابھی گذرا، امام شافعیؒ کی فقہ کی دو قسمیں ھیں۔

۱۔ مذہب قدیم جسے انھوں نے عراق میں مرتب کیا تھا اس میں عراقی رنگ غالب ہے۔

۲۔ مذہب جدید جسے انھوں نے مصر میں مرتب کیا اس میں حجازی رنگ کا غلبہ ہے۔

امام شافعی نے اپنے مذہب کے اساسی اصول خود اپنے رسالۂ اصولیہ میں لکھے ہیں، وہ ظاہر قرآن سے استدلال کرتے ہیں یہاں تک کہ کسی دلیل سے ثابت ہو کہ ظاہر قرآن مراد نہیں ہے۔
اس کے بعد حدیث کو لیتے ہیں، خواہ وہ جس مقام کے علماء سے حاصل کی ہو بشرطیکہ متصل ہو رواۃ ثقہ ہوں، امام مالک کی طرح، اس کے بعد وہ کسی عمل کی جو حدیث کی موید ہو قید نہیں لگاتے، نہ امام ابو حنیفہؒ کی طرح حدیث کی شہرت وغیرہ کی قید لگاتے ہیں۔ حدیث کی اس تائید کی بنا پر علماء حدیث میں امام شافعی کو نہایت حسن قبول حاصل ہوا، یہانتک کہ اہلِ بغداد ان کو ناصر السنت کہتے تھے، وہ حدیث کو اسی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور واجب الاتباع سمجھتے ہیں۔
جس طرح قرآن حکیم کو دیکھتے ہیں، اس میں یقین وظن کا بھی فرق نہیں کرتے، حدیث کے بعد اجماع پر عمل کرتے ہیں، جب قرآن حدیث اور اجماع تینوں میں سے کسی سے مسئلہ حل نہ ہو تو وہ قیاس پر اس شرط کے ساتھ عمل کرتے ہیں کہ اس کے لیے کوئی اصل معین ہو، عراقیوں کے استحسان اور حجازیوں کے استصلاح کی انھوں نے شدت سے مخالفت کی، البتہ وہ "استدلال" پر عمل کرتے ہیں جو اس کے قریب قریب ہے۔

امام شافعی کے وہ تلامذہ یا تلامذہ تلامذہ جن سے فقہ شافعیؒ کی اشاعت ہوئی

امام شافعی پہلے شخص ہیں جنہوں نے متصل سفر کرکے بذات خود اپنے مذہب کی اشاعت کی، خود کتابیں لکھیں، اپنے تلامذہ کو املا کرایا۔

امام شافعی کے تلامذہ و تلامذہ تلامذہ عراق اور مصر دونوں جگہ بکثرت موجود تھے۔ چند عراقی مشاہیر کے نام حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ ابو ثور ابراہیم بن خالد بن الیمان الکلبی البغدادی۔ پہلے عراقی فقہ سے تعلق تھا، پھر امام شافعی کے شاگرد ہوئے، ان کی فقہ اختیار کی، بعد میں خود ان کا مستقل مذہب ہوگیا، جس کے پیرو بھی تھے، مگر وہ مذہب ختم ہوگیا۔ وفات سنہ۲۴۰ھ میں ہوئی۔

۲۔ امام احمد بن حنبل۔ ان کا ذکر آتا ہے، پہلے شافعی کی فقہ سیکھی پھر خود مستقل صاحب مذہب ہوئے۔

۳۔ حسن بن محمد بن الصباح الزعفرانی البغدادی۔ امام شافعی کے مذہب کے اہم رکن اور مذہب قدیم کے سب سے ثقہ راوی ہیں سنہ۲۶۰ھ میں وفات پائی۔

۴۔ ابوالحسین بن علی الکرابیسی۔ پہلے عراقیوں کے مذہب پر تھے پھر امام شافعی کے شاگرد ہوکر ان کی فقہ کے پیرو بنے ۲۴۸ھ میں وفات پائی۔

۵۔ داؤد بن علی امام اہل الظاہر، پہلے امام شافعیؒ کے مسلک پر تھے، بعد میں خود صاحب مذہب ہوئے۔

۶۔ احمد بن یحییٰ بن عبدالعزیز البغدادی۔ بغداد میں امام شافعی کے کبار تلامذہ میں سے تھے، بعد میں ظاہری ہو گئے۔

۷۔ ابوعثمان بن سعید انماطی۔ مزنی اور ربیع وغیرہ تلامذہ امام شافعی سے فقہ سیکھی بغداد میں امام شافعی کی کتابیں اور ان کا مذہب انماطی کے ذریعہ زیادہ مشہور ہوا ۲۸۸ھ میں وفات پائی۔

۸۔ ابوالعباس احمد بن عمر بن سریج۔ شاگرد زعفرانی وانماطی وغیرہ مذہب شافعی کے اہم رکن تھے، انتصار مذہب میں مناظرے کیے لوگوں کو طریق جدل و مناظرہ سکھایا، ان کی تصانیف چار سو سے زیادہ ہیں، ۳۰۶ھ میں وفات پائی۔

۹۔ ابوجعفر محمد بن جریر طبری۔ پہلے مذہب شافعی پر تھے، بعد میں خود صاحبِ مذہب ہوئے۔

۱۰۔ ابوالعباس احمد بن ابی احمد الطبری الشہیر با بن القاص، تلمیذ ابن سریج مولف تلخیص، مفتاح، ادب القاضی واصول فقہ وغیرہ۔ وفات ۳۳۵ھ، مصر میں وابستگان فقہ امام شافعیؒ

میں سے چند مشاہیر یہ ہیں۔

۱۔ یوسف بن یحیی البویطی المصری۔ امام شافعی کے مصری تلامذہ میں سب سے بڑے تھے، فتاوی میں امام شافعی کے معتمد خاص تھے، امام شافعیؒ نے انتقال کے وقت ان کو اپنا جانشین بنایا تھا، فتنہ خلق قرآن میں قید ہو کر ۲۳۱ھ میں وفات پائی۔

۲۔ ابو ابراہیم اسمٰعیل بن یحیی المزنی المصری۔ ۱۹۹ھ میں امام شافعیؒ سے تحصیل فقہ کی اور ان کے دست راست بنے۔ امام شافعیؒ نے ان کو حامی مذہب کا لقب دیا تھا۔ انہی کی کتابوں پر مذہب شافعی کا دار و مدار ہے۔ ۲۶۴ھ میں وفات پائی۔

۳۔ ربیع بن سلیمان بن عبد الجبار المرادی موذن ولادت ۱۷۴ھ امام شافعی سے بکثرت روایت کی۔ ربیع اور مزنی کی روایتوں میں تعارض ہونے پر شافعیہ ربیع کی روایت کو مقدم سمجھتے ہیں ۲۷۰ھ میں وفات پائی۔

۴۔ حرملہ بن یحیی بن عبد اللہ التجیبی۔ امام شافعی کے شاگرد تھے، ان کے مذہب پر متعدد کتابیں لکھیں ۲۴۳ھ میں وفات پائی

۵۔ یونس بن عبد الاعلی الصدفی المصری۔ تلمیذ امام شافعیؒ مصر میں ریاست علمی ان پر ختم ہوئی۔

۶۔ ابو بکر محمد بن احمد المعروف بابن الحداد۔ مزنی کے وفات کے دن پیدا ہوئے۔ تلامیذ امام شافعی سے فقہ سیکھی تخریج مسائل

میں یکتا تھے۔ فقہ میں متعدد کتابیں لکھیں۔ ۲۴۵ھ میں وفات پائی۔

تلامذہ و تلامذۂ تلامذہ امام شافعی میں یہی لوگ زیادہ مشہور ہوئے۔ انہی کی تصانیف کے ذریعہ لوگوں میں فقہ شافعی پھیلی، ان کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ ہیں، فقہا مالکیہ کی طرح ان لوگوں نے بھی اپنے امام یعنی امام شافعی سے بہت کم اختلاف کیا۔

دورِ تدوین میں فقہ شافعی کی کتابیں

ائمہ اربعہ میں صرف امام شافعی ہی ایک ایسے امام ہیں جنھوں نے بذاتِ خود کتابیں تصنیف کیں جو ان کے مذہب کے لیے سنگ بنیاد بنیں، امام شافعی رحمہ اللہ نے خود اپنی تالیفات کا شاگردوں کو املا کرایا۔

امام شافعیؒ کی چند اہم کتابیں یہ ہیں۔

۱۔ رسالہ فی ادلۃ الاحکام۔ اصول فقہ کی پہلی کتاب

۲۔ کتاب الام۔ یہ وہ یکتا کتاب ہے جس کی مثل ان کے زمانے میں کوئی کتاب اس اسلوب بدیع۔ وقت تعبیر اور قوۃ مناظرہ کے لحاظ سے تصنیف نہیں کی گئی، امام محمد کی طرح انھوں نے صرف مسائل کی تصنیف ہی نہیں کی بلکہ مسئلہ کے ساتھ تفصیل کے ساتھ دلائل بھی لکھے، مخالفین

کے جواب بھی دیئے اس کتاب میں فروع مسائل کے علاوہ کتاب اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلیٰ، کتاب خلاف علی وابن مسعود، کتاب ما خالف العراقیون علیا وعبداللہ، کتاب اختلاف مالک والشافعی، کتاب الاجماع، کتاب ابطال الاستحسان، کتاب الرد علی محمد بن الحسن، کتاب سیر الاوزاعی وغیرہ کتب بھی ہیں۔

۳۔ اختلاف الحدیث۔ یہ کتاب فن مختلف الحدیث میں ہے یہ تینوں کتابیں ایک ساتھ چھپ چکی ہیں۔

فقہ شافعی میں حرملہ بن یحییٰ کی کتاب بھی مشہور ہے۔ بویطی نے مختصر کبیر، مختصر صغیر اور کتاب الفرائض لکھی۔ مزنی نے دو مختصر لکھے، ایک مختصر کبیر جو متروک دوسرا مختصر صغیر جن پر شافعیہ اعتماد کرتے ہیں، یہ کتاب کتاب الام کے ساتھ چھپی ہے۔ مزنی کے دو جامع جامع کبیر اور جامع صغیر مشہور ہیں۔

ابو اسحٰق مروزی تلمیذ مزنی نے، مختصر مزنی کی دو شرحیں لکھیں اور کتاب الفصول فی معرفۃ الاصول، کتاب الشروط والوثائق، کتاب الوصایا وحساب الدور اور کتاب الخصوص والعموم بھی تالیف کی۔

ابو بکر محمد بن عبداللہ الصیرفی (م ۳۳۰ھ) کی متعدد تصنیفیں مثلاً کتاب البیان فی الدلائل الاعلام علی اصول الاحکام، شرح رسالہ شافعی اور کتاب الفرائض مشہور ہیں۔

اس دور میں شافعیہ کی اور بھی کتابیں ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ

ابو عبد اللہ احمد بن محمد حنبل بن ہلال الذہلی المروزی ۱۶۴ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے دو برس کی عمر میں یتیم ہو گئے، ماں نے پرورش کی۔ ابتدائی عمر میں امام ابو یوسف کی مجلس میں حاضر ہونے لگے، سولہ برس کی عمر سے تحصیل حدیث شروع کی ہشیم اور سفیان بن عیینہ وغیرہ سے حدیثیں سنیں۔

۱۸۷ھ میں پہلی بار مکہ گئے وہاں کے مشائخ سے حدیث سنی ۱۹۶ھ میں دو بارہ مکہ پہونچے، تین برس رہے پھر یمن پہونچے عبد الرزاق سے حدیث سنی، اسی طرح مختلف بلاد میں مشائخ کثیرہ سے سماع حدیث کرتے رہے۔

امام شافعی جب عراق آئے تو ان سے فقہ سیکھی۔ امام احمد امام شافعی کے بغدادی تلامذہ میں سب سے بڑے ہیں۔ درجہ تکمیل تک پہونچنے کے بعد درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا، اور اسی زمانے میں اپنا خاص نظریہ فقہ قائم کیا اور اسی کے مطابق فتوے دینے لگے۔ اگرچہ زمرۂ فقہاء سے زیادہ ان کا شمار محدثین میں ہے

۲۱۲ھ میں عقیدہ خلق قرآن کا فتنہ شروع ہوا، عباسی حکمران مامون نے شیخ یحییٰ بن اکثم محدث کو عہدہ قضا سے معزول کر کے احمد بن داؤد معتزلی کو قاضی القضاۃ مقرر کیا۔ مامون متشدد معتزلی العقیدہ

تھا۔ ۲۱۸ھ میں اس نے صوبوں میں حکم بھیجا کہ محدثین سے خلق[1] قرآن کا اقرار کرایا جائے۔

بغداد کے محدثین نے مخالفت کی تو مامون نے خلق قرآن سے انکار کرنے والے سات اکابر محدثین کو بغداد طلب کیا، یہ ساتوں آئے ان میں امام احمد بھی تھے، ان میں سے چھ نے خوف سے اقرار کرلیا، یا توریہ سے کام لے کر خلاصی حاصل کی، لیکن امام احمدؒ نے صریح مخالفت کی، نتیجہ میں قید ہو گئے۔ مامون کے انتقال پر معتصم باللہ حکمران ہوا اس کے زمانے میں امام صاحب کو قید خانے میں سخت اذیتیں دی گئیں، دُرّے مارے گئے، بالآخر رہا ہوئے۔

امام احمد نے پھر درس جاری کیا۔ ۲۲۷ھ میں واثق باللہ حکمران ہوا، اس کے زمانے میں بھی اس مسئلہ پر محدثین پر سختی ہونے لگی ۲۳۱ھ میں امام احمد کو درس موقوف کردینا پڑا۔ ۲۳۲ھ میں متوکل علی اللہ حکمران ہوا، یہ محدثین کے عقیدے پر تھا، اس کے زمانے میں محدثین کو آزادی ملی، اس نے امام احمدؒ کی بڑی عزت کی، امام احمدؒ نے ۱۲ ربیع الاول ۲۴۱ھ کو ۷۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔

---

[1] معتزلہ کا یہ عقیدہ تھا کہ قرآن مخلوق ہے، جب اللہ نے چاہا نبی کی زبان پر پیدا کر دیا، اس کے مقابلے میں محدثین وعلماء اہلسنت کا عقیدہ یہ تھا کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور قدیم غیر مخلوق ہے۔

امام احمدؒ کی فقہ نہایت سادہ ہے، فی الحقیقت وہ اصحاب حدیث کا طریقہ ہے جس میں درایت اور عقل وجدل سے بہت کم کام لیا گیا ہے۔ امام احمد نے فقہ حنفی کی واقفیت امام ابو یوسف سے حاصل کی، امام شافعی سے انکا طریقہ سیکھا، محدثین سے حدیث کی تکمیل کی اپنا اصول یہ رکھا کہ قرآن اور حدیث صحیح السند پر عمل ہو، حنفیہ وشافعیہ کی طرح درایت، تنقیح، مناط اور قیاس سے حتی الامکان انھوں نے احتراز کیا، مالکیہ کا تعامل اہل مدینہ بھی ان کے نزدیک حجت نہیں، احادیث صحیحہ مرفوعہ وموقوفہ کو ہر موقعہ پر معمول بہ ٹھہراتے ہیں اسی بنا پر احادیث مختلفہ کی صورت میں ان کی فقہ میں جواب بھی مختلف ملتے ہیں۔ قیاس سے وہ بدرجہ مجبوری کام لیتے ہیں۔

امام احمدؒ کے وہ تلامذہ جنھوں نے فقہ حنبلی کی روایت کی

۱۔ اسحق بن ابراہیم المعروف بابن راہویہ (م ۲۳۸ھ)

۲۔ احمد بن محمد بن الحجاج المروزی۔

۳۔ ابو بکر احمد بن محمد بن ہانی المعروف بالاثرم (م ۲۷۳ھ)

۴۔ عبداللہ بن امام احمد۔ (۲۹۰ھ)

فقہ حنبلی کی کتابیں

امام احمد کا طریقہ چونکہ ظاہر حدیث کا طریقہ تھا، اس لیے فروع فقہ پر ان کے یہاں کتابیں بہت کم ہیں، روایت حدیث کی کتابیں ہیں
امام احمدؒ نے خود مسند لکھی جو چالیس ہزار حدیثوں پر مشتمل ہے
ان کے بیٹے عبداللہ نے ان سے روایت کی۔ اصول میں امام احمدؒ کی یہ تین کتابیں ہیں۔
کتاب طاعۃ الرسول، کتاب الناسخ والمنسوخ، کتاب العلل
اثرم نے فقہ حنبلی میں کتاب السنن لکھی جس میں مسائل فقہیہ میں شواہد حدیث کا التزام ہے،
مروزی کی بھی شواہد حدیث کے ساتھ کتاب السنن ہے،
ابن راہویہ نے بھی فقہ میں کتاب السنن تالیف کی۔

ائمہ اربعہ

یہ چار ائمہ امام ابوحنیفہ (۱۵۰ھ)، امام مالک (۱۷۹ھ)، امام شافعی (۲۰۴ھ)، امام احمد (۲۴۱ھ)
جمہور اہل اسلام کے وہ ائمہ ہیں جن کے مذاہب مدونہ نے شہرت حاصل کی اور یہ شہرت یکساں اب تک باقی ہے، جمہور اہل اسلام آج بھی انہی چاروں میں سے کسی ایک کی تقلید کرتے ہیں۔
رحمہم اللہ تعالیٰ

چند فنا شدہ مذاہب

دورِ مجتہدین دورِ اجتہاد تھا جس میں بہت سے مجتہدین اہلِ مذاہب پیدا ہوئے جو اپنا خاص فقہی نظریہ رکھتے تھے اور اسی کے مطابق فتوے دیتے تھے، کچھ لوگ ان کے پیرو بھی تھے، انھوں نے کسی خاص امام کا اپنے کو تابع نہیں بنایا۔ ان ائمہ میں سے اکثر کا مذہب اسی دور میں ختم ہو گیا۔

مثلاً امام لیث (۱۷۵ھ) کا مذہب مصر میں امام ثوری (۱۶۱ھ) کا مذہب کوفہ میں امام ابو ثور (۲۴۰ھ) کا مذہب بغداد میں کچھ دنوں رائج رہ کر ائمہ اربعہ کے مذہب میں جلد ہی گم ہو گیا، لیکن مذاہب اربعہ کے علاوہ ان تین ائمہ کے مذاہب ایسے ہوئے جو دَور دوم تک باقی رہ کر ختم ہو گئے۔

۱۔ الاوزاعی

امام عبد الرحمٰن بن عمر بن الدمشقی ۸۸ھ میں بعلبک میں پیدا ہوئے، جوان ہونے کے بعد علم حدیث کی تحصیل کی، عطار بن ابی رباح اور زہری وغیرہ سے حدیثیں سُنیں، صاحب مذہب و افتا ہوئے ان کا شمار ان محدثین میں ہے جو قیاس کو پسند نہیں کرتے تھے اہلِ شام میں امام اوزاعی کا مذہب رائج تھا، وہ شام کے

قاضی بھی تھے۔

شام سے دولت بنی امیہ کے خاتمے کے بعد جب اندلس میں اموی حکومت قائم ہوئی تو اوزاعی کا مذہب بھی اندلس گیا۔ تیسری صدی تک رائج رہا۔ چوتھی صدی میں امام شافعی کے مذہب کے مقابلے میں شام سے اور امام مالک کے مذہب کے مقابلے میں اندلس سے ان کے مذہب کا چراغ بجھ گیا امام اوزاعی نے ۱۵۷ھ میں وفات پائی

۲۔ الطبری

الطبری ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید البغدادی ۲۲۴ھ میں آمل طبرستان میں پیدا ہوئے اور تحصیل علم کے لیے تمام شہروں کی سیاحت کی۔ ربیع بن سلیمان سے فقہ شافعی پڑھی اور یونس بن عبدالاعلیٰ اور ابن عبد الحکم سے فقہ مالکی حاصل کی۔ ابو مقاتل سے فقہ حنفی پڑھی محدثین بلاد و امصار سے حدیث سنی وہ نہایت وسیع العلم کتاب اللہ کے حافظ، احادیث نبویہ کے ماہر، اصول صحابہ وتابعین سے واقف اور تاریخ عالم کے عالم تھے۔

ان کی تصنیفات میں تاریخ اور تفسیر نہایت مشہور کتابیں ہیں جن کے مثل دوسری کتاب نہیں، تاریخ اور تفسیر میں بعد والوں کا زیادہ تر اعتماد انہی کی کتابوں پر رہا۔

حدیث میں امام طبری نے تہذیب الآثار لکھی۔ اختلاف الفقہاء بھی ان کی معروف کتاب ہے۔ ۳۱۰ھ میں وفات پائی۔

ابن جریر وسعت علم و ذکاوت سے درجۂ اجتہاد مطلق تک پہونچے اپنے مذہب پر خود کتابیں لکھیں جن کے نام یہ ہیں۔
لطیف القول، خفیف، کتاب البسیط۔ کتاب الحکام والمحاضر والسجلات۔ ابن جریر طبری کا مذہب مشرق کے بعض بلاد میں رائج ہوا ان کے مندرجہ ذیل تلامذہ نے ان کے مذہب کو پھیلایا اور اس پر کتابیں لکھیں۔

۱۔ علی بن عبد العزیز بن محمد الدولابی، مؤلف کتاب فضائل النبی وغیرہ۔

۲۔ ابو بکر محمد بن احمد بن محمد بن ابی الثلج الکاتب۔

۳۔ ابو الحسن احمد بن یحییٰ المنجم۔ المتکلم، مؤلف کتاب المدخل الی مذہب الطبری۔ کتاب الاجماع فی الفقہ علی مذہب الطبری، کتاب الرد علی المخالفین وغیرہ۔

۴۔ ابو الحسن الدقیقی الحلوانی۔

۵۔ ابو الفرج المعافی بن زکریا النہروانی۔ حافظ حدیث، مذہب طبری کے ماہر مولف کتب کثیرہ۔

امام طبری کا مذہب پانچویں صدی تک بعض مقامات میں معمول بہ رہا پھر فنا ہو گیا۔

۳۔ الظاھری

ابو سلیمان داؤد بن علی بن خلف الاصبہانی سنہ ۲۰۲ھ میں

کوفہ میں پیدا ہوئے۔ اسحٰق بن راہویہ اور ابو ثور وغیرہ سے علم حاصل کیا۔ اوائل میں امام شافعیؒ کے بڑے حامی تھے بعد میں خود اپنا نیا مسلک ایجاد کیا جس کی بنیاد ظاہر کتاب وسنت پر رکھی۔ وہ کتاب وسنت کے ظاہر پر عمل کرتے ہیں، اگر کوئی نص نہ ملے تو اجماع پر عمل کرتے ہیں، قیاس بالکل نہیں مانتے، ادلہ ثلثہ میں حکم نہ ہونے کی صورت میں اباحۃ کے قائل ہیں۔

داؤد ظاہری کا انتقال ۲۷۰ھ میں ہوا۔ بغداد میں مدفون ہوئے

داؤد ظاہری نے خود بہت سی کتابیں لکھیں۔ مثلاً کتاب ابطال القیاس، کتاب ابطال التقلید، کتاب خبر الواحد، کتاب الخبر الموجب للعلم، کتاب الحجۃ۔ کتاب الخصوص والعموم۔ کتاب المفسر والمجمل وغیرہ

داؤد ظاہری کے مذہب کی اشاعت ان کے بیٹے محمد اور ابو الحسن عبداللہ ابن احمد بن محمد بن المغلس صاحب تصانیف کثیرہ نے کی۔

اس مذہب کے سب سے بڑے مؤلف ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الاندلسی الظاہری (۴۵۶ھ)، مولف کتاب المحلی ہیں۔ مگر ان کے بعد ہی اس مذہب کا چراغ گل ہوگیا۔

پانچویں صدی کے بعد جمہور اہل اسلام میں صرف ائمہ اربعہ کے مذاہب باقی رہے جس کی تفصیل ہم دوسرے دور میں کریںگے

تبصرہ

دورِ تدوین اجتہاد و تفریع مسائل کا دور تھا، علماء میں اجتہاد

عام تھا۔ تقلید صرف عوام میں تھی بالخصوص اصحاب مذاہب ائمہ کے طبقہ اولیٰ کے تلامذہ میں تو تقلید کا وجود ہی نہ تھا، صرف انتساب تھا جس کی وجہ سے وہ "مجتہد فی المذہب" کہلاتے تھے جبکہ ان کے ائمہ مجتہد فی الدین کہلاتے ہیں، اس کے بعد کے طبقات میں یعنی دوسرے دور کے علماء میں اگرچہ تقلید کی بو پائی جاتی ہے، لیکن ان میں سے جب بھی کوئی فقیہ کسی مسئلہ میں اجتہاد و استنباط کی قوت پاتا تھا تو وہ بو بھی فوراً زائل ہو جاتی تھی اور یہ علماء "مجتہد فی المسائل" کہلاتے تھے۔

دور تدوین میں آزادی رائے نہایت وسعت سے پائی جاتی تھی اس دور کے ختم ہونے پر خواص میں بھی تقلید عام ہو کر اجتہاد اور آزادی رائے ختم ہو گئی۔ اجتہاد اور آزادی رائے کا ختم ہونا ناگزیر بھی تھا اس لیے کہ اکثر و بیشتر اصول و مسائل پر مجتہدین کے آراء خواہ متفق علیہ ہوں یا مختلف فیہ متعین ہو چکے تھے۔ اب ان مسائل میں اگر کوئی اجتہاد کرے بھی تو کیا کرے، یقیناً اس کی اجتہادی رائے ماسبق کسی نہ کسی مجتہد کی رائے یا مقررہ اصول کے موافق ہو گی ایسی حالت میں دوبارہ اجتہاد کرنا تحصیل حاصل ہے، البتہ کبھی ایسے مسائل پیدا ہو سکتے ہیں جو بالکل نئے ہوں، اگلوں نے بظاہر اس پر گفتگو نہیں کی ہو، ایسے مسائل پر اجتہاد کی ہمیشہ گنجائش ہے اور اس کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوا ہے، مگر ایسے مسائل

بہت ہی کم اور بالکل جزئی ہوں گے، زیادہ سعی وکاوش کی جائے تو سابق مجتہدین کے یہاں کسی نہ کسی نہج سے اس کا سراغ مل ہی جائے گا، پھر عام طور پر اجتہاد کا دروازہ کھلا رکھنا عبث بلکہ خطرناک تھا اس دور کے بعد اگرچہ اجتہاد کا زمانہ ختم ہو گیا لیکن اختلاف آراء میں ترجیح کا سلسلہ قائم رہا۔ تیسرے دور میں اس کی بھی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اب امت کے سامنے ہر طرح مکمل اسلامی نظام حیات موجود ہے اگرچہ نظریئے مختلف ہیں، مگر منبع واحد ہے۔

دور تدوین میں مذاہب شیعہ

شروع میں ہم ذکر کر چکے ہیں کہ خلافت راشدہ کے بعد مسلمان تین بڑی سیاسی ٹولیوں میں بٹ گئے۔ جمہور اہل اسلام، خارجی اور شیعہ۔

ان سیاسی ٹولیوں کے مذہبی نظریے بھی مختلف تھے جس نے مسائل فروع میں بھی گہرا اثر ڈالا۔ خارجی دور تدوین کے قبل ختم ہو چکے تھے[۱] شیعہ اس دور میں موجود تھے اور اب تک ہیں۔

---

[۱] اگرچہ کچھ رہے بھی تو ان کی مستقل حیثیت قائم نہیں رہی، مولانا تمنا اپنی ایک تحریر میں لکھتے ہیں "خوارج کی جماعت ابھی تک بعض حصہ ممالک میں موجود ہے، چنانچہ غازی ریف شیخ عبدالکریم وغیرہ خوارج

انھوں نے جمہور اہل اسلام سے الگ اپنی فقہ کی تدوین کی اِنکے اکثر مذاہب ختم ہوگئے مگر تین مذہب رائج ہوئے اور اب تک موجود ہیں، ایک مذہب زیدیہ دوسرا مذہب امامیہ یا اثنا عشریہ یا جعفریہ تیسرا اسمٰعیلیہ۔

زیدیہ

یہ مذہب امام زید بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب ہے جنہوں نے کوفہ میں ہشام بن عبدالملک کے زمانے میں علم مخالفت بلند کیا اور شہید ہوئے۔

ہی سے تھے، غازی ریف کے بھتیجے پٹنہ میں آئے ہوئے تھے، مسٹر عبدالعزیز مرحوم کے یہاں ٹھہرے تھے مجھ سے ملاقات ہوئی تھی۔

مگر خوارج مسائل شرعیہ میں ائمہ اہلسنت سے تقریبًا بالکل متفق تھے ان کو جو کچھ اختلاف تھا، صرف سیاسی اختلاف تھا۔ اسی لیے وہ فقط حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برسر خطا سمجھتے تھے اور خلیفہ راشد نہیں مانتے تھے۔

احکام میں وہ اہل سنت سے مختلف اپنا کوئی اصول نہیں رکھتے تھے غازی عبدالکریم کے بھتیجے نے مجھ سے کہا تھا:۔

ہم لوگوں میں سے کچھ لوگ حنفی اصول کے پابند ہیں کچھ مالکی اصول کے مگر امام احمد بن حنبلی کے مسلک کو پسند کرنیوالے زیادہ ہیں۔ واللہ اعلم تمت عفرلہ

یہ مذہب فروع میں مذہب اہلسنت سے بہت قریب ہے اصولاً یہ لوگ اگرچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت کا زیادہ حقدار جانتے ہیں مگر خلفائے ثلثہ حضرت صدیق اکبر و حضرت فاروق اعظم و حضرت عثمٰن ذی النورین رضی اللہ عنہم کی خلافت کو بھی صحیح جانتے ہیں اور ان کی تنقیص نہیں کرتے۔

اس مذہب کے سب سے بڑے داعی اور مصنف حسن بن علی بن الحسن بن زید بن عمر بن علی بن الحسن بن علی ہوئے، مذہب زیدیہ پر انھوں نے بہت سی کتابیں لکھیں، ایک کتاب مجموع فقہی یا مسند زیدیہ امام شہید کی طرف بھی منسوب ہے۔

ائمہ زیدیہ میں حسن بن زید بن محمد بن اسمٰعیل بن الحسن زیدیہ (۲۷۰ھ) بڑے فقیہ تھے، انھوں نے کتاب البیان اور کتاب الجامع تالیف کی۔

زیدیہ کے بھی متعدد فرقے ہیں، مثلاً قاسمیہ جو قاسم بن ابراہیم العلوی (۲۴۶ھ) کی طرف منسوب ہیں، اور ہادویہ جو ہادی بن یحیٰی (۲۹۸ھ) کی طرف نسبت رکھتے ہیں، ان کی تالیف کتاب الجامع ہے، یمن میں اب تک زیدیوں کی حکومت ہے اور اکثر یمنی زیدی شیعہ ہیں۔

امامیہ

یہ فرقہ زیدیہ کے بھتیجے امام جعفر الصادق کی طرف منسوب ہے

امام جعفر الصادق اہلسنت کے مسلم امام ہیں، امام ابو حنیفہ اور امام مالک نے ان سے روایت کی ہے، لیکن ابو النصر محمد بن مسعود عیاشی ابو علی محمد بن احمد بن الجنید اور زرارہ بن اعین نے نئی فقہ امام جعفر کی طرف منسوب کی ہے اور اسے شائع کیا، اس فقہ کے متبع امامیہ یا اثنا عشریہ کہلائے۔

اس مذہب کی بنیاد یہ ہے کہ ائمہ معصوم ہیں، حضرت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی اور خلیفہ بلا فصل ہیں، خلفاء ثلاثہ کی خلافت صحیح نہیں اور نہ ان کی روایت حجت ہے، حدیثیں وہی معتبر جو حضرت علی اور ان کے خاص متبعین سے مروی ہیں، وہ ائمہ اہلبیت بالخصوص حضرت امام جعفر کی طرف منسوب اقوال کو قرآن کی طرح حجت شرعی جانتے ہیں۔ اجماع اور قیاس کے قائل نہیں ہیں، یہ لوگ تقیہ کے قائل ہیں، یعنی حسب موقع مذہب چھپایا جائے اور اس کے خلاف ظاہر کیا جائے۔ چنانچہ جب ان کے ائمہ سے مختلف روایتیں ملتی ہیں جیسے اہلسنت کی تائید ہو تو تقیہ پر محمول کرتے ہیں۔

یہ مذہب ایران میں اب تک رائج ہے، ہند و پاک میں بھی اس مذہب کی پیرو ایک جماعت ہے۔

اسمٰعیلیہ

چوتھی صدی میں مصر اور اس کے ملحق شہروں میں مذہب اسمٰعیلی

کا ظہور ہوا۔

یہ مذہب امام جعفر الصادقؒ کے بیٹے امام اسمٰعیل کی طرف منسوب ہے۔ معزالدین اللہ فاطمی مصری حکمران نے اس کو مصر میں رائج کیا، لیکن چھٹی صدی میں جب مصر سے فاطمیوں کی حکومت ختم ہو گئی تو یہ مذہب بھی وہاں سے ختم ہو گیا اور پہلے کی طرح ائمہ اربعہ اہلسنت کے مذاہب شائع ہو گئے۔

مذہب اسمٰعیلی کے ماننے والے اب متفرق طور پر ادھر ادھر پائے جاتے ہیں۔

داؤدی بوھرہ اور آغاخانی خوجہ کے نام سے مشہور ہیں، مگر یہ لوگ اپنے مذہب کو بہت زیادہ چھپاتے ہیں، تفصیل کسی کو نہیں بتاتے۔

دوسرا دور

دَورِ تقلید و تکمیل

یہ دَور چوتھی صدی سے شروع ہوکر ساتویں صدی میں ختم ہوا
اس دَور میں تقریبًا اجتہادِ مطلق ختم کردیا گیا، علماء بھی عوام کی طرح
خاص خاص ائمہ کی تقلید کرنے لگے اور ان کی فقہ پر انھوں نے بہت
سی کتابیں لکھیں، ان کے مقرر کردہ اصول پر اجتہاد اور تخریج مسائل
کئے اس دَور میں مذاہب خاصہ کے مسائل کی تحقیق و تائید میں جدل
کی گرم بازاری ہوئی بالآخر ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی
اور امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ کی تقلید پر عوام و خواص اہلسنت کا تقریبًا
اجماع ہوگیا۔ اس دور میں مذاہب اربعہ میں اکابر فقہاء پیدا ہوئے

تقلید

تقلید سے مراد یہ ہے کہ ایک معین امام کے تخریج کردہ مسائل
و احکام سیکھے جائیں اور ان کے اقوال کا اس طرح اعتبار کیا جائے
کہ گویا وہ شارع کے نصوص ہیں، جن کی پیروی مقلد پر لازم ہے
اس میں شک نہیں کہ عہد اکابر تابعین سے دَور تدوین تک ہر

زمانہ میں مجتہد اور مقلد موجود تھے۔

مجتہد وہ فقہا تھے جو کتاب وسنت سیکھتے تھے اور ان کو نصوص سے استنباط احکام کی قدرت حاصل تھی، اور مقلد عام لوگ تھے جنھوں نے کتاب وسنت کو اس طرح نہیں سیکھا تھا جو انکو استنباط کا اہل بنا سکے، اس لیے جب ان لوگوں کے سامنے کوئی مسئلہ پیش آتا تھا تو اپنے شہر کے فقہا میں سے کسی فقیہ کی طرف اس کے متعلق رجوع کرتے تھے جو ان کو فتوے دیتے تھے لیکن اس دوسرے دور میں عام طور پر لوگوں میں روح تقلید سرایت کر گئی، علما اور عوام سب اس میں شریک ہو گئے، چنانچہ پہلے یہ حالت تھی کہ فقہ کا طالب پہلے درس قرآن اور روایت حدیث میں مشغول ہوتا تھا جو استنباط کی بنیاد تھے لیکن اب وہ ایک معین امام کے مذہب کی کتابیں پڑھتا تھا اور اس طریقہ کا مطالعہ کرتا تھا جس کے ذریعہ اس نے اپنے مدون احکام استنباط کیئے اور جب وہ اس کام کو پورا کر لیتا تھا تو علما سے فقہا میں شمار کیا جانے لگتا تھا، ان میں بعض بلند ہمت علما نے اپنے امام کے مذہب پر کتابیں تالیف کیں، جو یا تو گذشتہ کسی کتاب کا اختصار یا اس کی شرح یا ان مسائل کا مجموعہ ہوتی تھیں لیکن ان میں سے خود کسی نے اپنے لیے یہ جائز نہیں رکھا کہ کسی مسئلہ میں ایسی بات کہے جو اس قول کے مخالف ہو جس کا فتویٰ اس کے امام نے دیا۔ الا ما شاء اللہ۔

اسباب تقلید

لوگوں میں روح تقلید سرایت کرنے کے متعدد اسباب ہیں جن میں سے اہم یہ تین ہیں

۱۔ برگزیدہ اور اہل علم شاگرد

عوام میں کسی امام و مقتدیٰ کی پیروی، اس کے نظریہ کی اشاعت اور اس میں رسوخ کا سب سے موثر طریقہ اس کے مضبوط و مستعد اہل علم شاگرد اور ساتھی ہیں جو اس امام و مقتدا کے طریقہ سے خود متاثر ہوں، عوام میں ان کی منزلت ہو اور عوام ان پر اعتماد کرتے ہوں۔

معتمد اور اہل علم تلامذہ اپنے تاثر کی بنا پر اپنے امام سے شیفتگی ظاہر کرتے ہیں، ان کے فقہی نظریے اور فروع کی حمایت کرتے ہیں عوام میں چونکہ ان کا اعتماد ہوتا ہے اس لئے وہ اس پر عمل شروع کر دیتے ہیں اور یہ طریقہ رائج ہو جاتا ہے۔

اس دور کے قبل دور تدوین کے مشہور ائمہ کا حال آپ پڑھ چکے ان کے تلامذہ اور تلامذہ تلامذہ کا تذکرہ بھی سن چکے، آپ نے دیکھا کہ وہ تلامذہ علمی اور عملی حیثیت سے نہایت بلند رتبہ واضح النجمہ اور اپنی قوم کے عوام و خواص میں بلند پایہ تھے،

انھوں نے اپنے ائمہ کے علوم و مسائل کی اشاعت کی کتابیں لکھیں، مسائل مدون کئے، ان کے بعد اس دور میں بالواسطہ وہ

تلامذہ میسر آئے جنہوں نے اِن ائمہ کے مسائل کی اور بھی اشاعت کی بلکہ حق کو اپنے ائمہ میں منحصر کردیا، ان کے انتصار میں جدل کی گرم بازاری کی، ان کے مسلک کے دلائل میں کتابیں لکھیں، یہاں تک کہ عوام وخواص میں ان ائمہ کے علوم راسخ ہو گئے اور خوب پھلے پھولے مخالف آواز دب گئی بلکہ فنا ہو گئی کہ لوگ مخالفت میں سننے کو بھی تیار نہ رہے۔

بقول ابن خلدون اندلس میں جب ابن حزم ظاہری نے تقلید ائمہ کے خلاف آواز اُٹھائی اور تنقید شروع کی تو ہر طرف سے شدید مخالفت ہونے لگی یہاں تک کہ ابن حزم کی کتابوں کی خرید وفروخت بھی ممنوع قرار دی گئی بلکہ ان کی کتابیں پھاڑ دی گئیں۔

۲۔ عہدۂ قضا

عہد صحابہ وتابعین میں قضاۃ عموماً وہ ہوتے تھے جن میں اجتہاد کی پوری صلاحیت ہوتی تھی، امتداد زمانہ سے بعد میں حالات بدلتے گئے، قضاۃ میں وہ پختگی نہ رہی، نتیجہ یہ ہوا کہ حکمراں قاضیوں پر نکتہ چینی کرنے لگے، جس کا لازمی انجام یہ ہوا کہ مجبور ہو کر قضاۃ احکام معروفہ مدونہ کے ساتھ اپنے فیصلوں کو مقید کرنے لگے، اپنی رائے اور اجتہاد کو دخل دینا انھوں نے بند کردیا، تاکہ مخالفت نہ ہو، بلکہ علماء چونکہ خاص خاص ائمہ کے فقہی نظریہ کے حامی تھے اسلیے قضاۃ کو بھی مخصوص ائمہ کا مسلک اختیار کرنا پڑا اور قضاۃ کی وجہ سے عوام کو بھی انہی ائمہ کے مذہب پر عامل ہونا پڑا۔

۳۔ مذاہب کی تدوین

جس مذہب کو قابلِ اعتماد مدون میسر آئے وہ خوب پھیلا، امام ابو حنیفہ نے اپنے تلامذہ کی جماعت کے ساتھ خود اپنی فقہ تدوین کی ان کو اچھے شاگرد میسر آئے جو خود مجتہد، مصنف، قاضی اور قاضی گر تھے اس لیے ان کا مذہب خوب پھیلا، بلکہ سب سے زیادہ پھیلا، امام شافعی نے اپنی فقہ خود مدون کی، ان کو معتمد تلامذہ ملے جنہوں نے خوب انتصار مذہب کیا، اس لیے مذہب امام ابی حنیفہ کے بعد مذہب شافعی کی اشاعت ہوئی۔

امام مالک نے اپنے فقہی نظریہ کی اشاعت کی، ان کے اچھے شاگردوں نے ان کی فقہ مدون کی شافعیت کے بعد مالکیت پھیلی امام احمد نے خود اگرچہ تدوینِ فقہ نہیں کی مگر اچھے شاگردوں نے ان کی فقہ تدوین کی اور اس کی اشاعت کی۔

ائمہ ثلاثہ کے بعد ان کا مذہب پھیلا، اگرچہ پہلوں کے مقابلے میں کم پھیلا۔ الغرض ائمہ اربعہ کے مذاہب چونکہ مدون ہوئے اچھے شاگردوں نے ان کی اشاعت کی، اس لیے ان مذاہب کی تقلید نے عمومی شکل اختیار کر لی۔ اس سلسلے میں امام شافعی کا قول قابل غور ہے، فرماتے ہیں۔

"لیث مالک سے زیادہ فقیہ تھے، لیکن ان کے اصحاب نے ان کے علم کو ضائع کر دیا"

مطلب یہ ہے کہ ان کو ایسے شاگرد میسر نہ ہوئے جو ان کی فقہ کو مدون کرتے، اس لیے عوام میں اس کی اشاعت نہ ہوئی۔

تقلید ائمہ اربعہ

اوپر بیان ہو چکا کہ عہد صحابہ کے بعد جمہور مسلمانوں میں دو مذہب رائج تھے، عراق میں اہل الرائے کا مسلک اور حجاز میں اہل الحدیث کا طریقہ۔ عراقیوں کے امام و مرجع امام ابو حنیفہؒ تھے، جنھوں نے سب سے پہلے فقہ کی تدوین کی، ان کا مرتبہ بقول مورخ ابن خلدون

"اس قدر بلند ہے کہ جس کو کوئی نہیں پہونچ سکتا، اس کی شہادت ماہرین فن خصوصاً امام مالک اور امام شافعی نے دی"

امام ابو حنیفہؒ نے اپنے مذہب کی بنیاد قرآن حکیم اور عراق کے مروج و معمول بہ احادیث پر زیادہ رکھی، اس کے بعد قیاس و استحسان سے بہت زیادہ کام لیا۔ عراق چونکہ نہایت متمدن ملک تھا، مختلف تہذیبیں وہاں جمع تھیں، مسائل بہت زیادہ پیدا ہو چکے تھے، اس لیے قیاس اور تفریع مسائل کی کثرت وہاں ناگزیر تھی۔ فقہ حنفی نہایت رنگین، باضابطہ اور متنوع تھی، عقل و درایت کے بالکل مطابق تھی، اس لیے متمدن ممالک میں خوب پھیلی۔

دولت عباسیہ کے انحطاط کے بعد سے اکثر شاہان ممالک اسلامیہ کا مذہب حنفی رہا۔ امام ابو حنیفہؒ کے مقلد، عراق

ہندو پاک، چین، ماوراالنہر اور دوسرے بلاد عجم میں بہت پھیلے اور آج تک اسی کثرت سے موجود ہیں،

حجاز و یمن، شام و روم اور مصر میں بھی مقلدین ابی حنیفہؒ کی ہمیشہ کثرت رہی، البتہ بلاد مغرب اور اندلس میں حنفیت کا شیوع کم ہوا۔

اہل حجاز کے پیشوا مدینہ کے امام مالک بن انس ہوئے جو حجاز میں مروج احادیث کے ماہر تھے، آپ کو اللہ تعالےٰ نے احکام کے استنباط کی مزید قوت عطا کی تھی، انھوں نے قرآن حکیم، حجاز کے مروج احادیث و آثار، تعامل اہل مدینہ اور قیاس و استصلاح کو اپنی فقہ کی اصل قرار دی۔

امام مالک کی فقہ نہایت سادہ اور بے تکلف اور بدویت کے زیادہ مناسب تھی تفریع مسائل اسمیں زیادہ نہیں تھی، تعامل اہل مدینہ سے چونکہ اکثر ضروری مسائل کا حل نکال لیا گیا تھا، اس سبب ان کے یہاں قیاس کی زیادہ کثرت نہیں تھی۔ یہ مذہب مدینہ حجاز اور اس کے بعد مصر ہوتا ہوا اہل مغرب اور اندلس میں زیادہ پھیلا، بقول ابن خلدون، اس کی وجہ یہ تھی کہ وہاں کے لوگ تحصیل علم کے لیے مدینہ شریف زیادہ آتے تھے اور امام مالک کی فقہ سیکھ کر جاتے تھے اور اس کی اشاعت کرتے تھے، علاوہ ازیں

اس لیے ان کا میلان فقہ مالکی کی طرف زیادہ رہا اور مالکیت ہمیشہ ان کو مرغوب رہی جس طرح اہلِ عراق اور مشرق میں حنفیت زیادہ مرغوب تھی۔

اس طرح دوسری صدی کے وسط میں فقہ کے دو مرکز قائم ہوئے کوفہ میں حنفی مرکز اور مدینہ میں مالکی۔ دونوں مرکزوں کے نصف صدی قیام کے بعد امام شافعی قریشی نے دونوں مرکزوں کی فقہ سے ماخوذ نئی فقہ مدون کی، انھوں نے امام ابو حنیفہ کے شاگردوں سے کوفی فقہ سیکھی اور امام مالک سے مدنی فقہ حاصل کی، دونوں سے مخلوط نئی فقہ اس طرح تدوین کی، جس میں قرآن حکیم اور صحیح ترین احادیث اہلِ حجاز و اہلِ عراق اور پھر اجماع و قیاس، سب سے یکساں کام لیا، تعامل اہلِ مدینہ اور استحسان سے علیحدہ رہے۔

امام شافعی کا مذہب مصر میں ان کے زمانے میں رائج ہو گیا حجاز و عراق، خراسان اور ماوراء النہر میں بھی پھیلا، اگرچہ حنفیوں کے مقابلے میں اس کا شیوع کم تھا، تاہم مذہب شافعی مذہب حنفی کا مدمقابل حریف رہا۔

مذہب امام شافعی کے بعد چوتھے مذہب کے بانی امام احمد بن حنبل ہوئے جو بہت بڑے محدث تھے۔ امام شافعی سے انھوں نے فقہ حاصل کی اور تلامذہ امام ابی حنیفہ سے کوفی فقہ سیکھی، وہ عراق و حجاز کی حدیثوں کے اپنے زمانے میں سب سے بڑے ماہر

تھے، انھوں نے ایک نئے فقہ کی بنیاد ڈالی، جس کی بنیاد قرآن حکیم اور ظاہر احادیث نبویہ اور آثار صحابہ پر رکھی، تعامل اہلِ مدینہ اور قیاس سے بہت کم کام لیا۔ یہ مذہب تقریباً خالص حدیث کا مذہب تھا حنبلی مذہب کے مقلد کم ہوئے، یہ مذہب نجد و شام میں زیادہ پھیلا حجاز۔ مصر اور عراق میں بھی حنبلی ہوئے مگر کم ہوئے۔

مورخ ابن خلدون (م ۸۰۸ھ) کا بیان ہے:۔

"دنیا میں صرف ان چار ائمہ (امام ابو حنیفہ امام مالک امام شافعی اور امام احمد) کی تقلید جاری ہوئی اور دیگر ائمہ کے مقلدین کا نام و نشان نہیں رہا اور لوگوں نے خلاف کا دروازہ اور اس کے تمام طریقے بند کر دیے، اس لیے کہ علمی اصطلاحات بکثرت قائم ہو کر رتبۂ اجتہاد تک پہونچنے سے مانع ہو گئیں اور ڈر لگتا ہے کہ کہیں نااہل اور کمزور رائے رکھنے والے اپنے کو فقیہ کہلانا شروع کر دیں تو جمہور نے صاف طور پر عجز و معذوری کا اظہار کر کے ان ائمہ کی تقلید کی طرف لوگوں کو متوجہ کر دیا، یہاں تک کہ ہر شخص کسی نہ کسی امام کی تقلید سے مختص ہو گیا اور ایک امام کی تقلید چھوڑ کر دوسرے کی تقلید کو ناجائز اور ممنوع کر دیا کیونکہ اس میں تلاعب پائے جانے کا اندیشہ ہے، اس لیے صرف ان چاروں کے مذاہب کی نقل اور تقلید رہ گئی مگر اصول تصحیح اور ان کی سند کی

روایت کا اتصال شرط قرار پایا، آج کل اسی کو تقلید فقہ کہتے ہیں اور بس! اور اس زمانے میں اجتہاد کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے اور تمام اہلسنت ان چاروں ائمہ کی تقلید سے مقلد ہیں۔"

شاہ ولی اللہ صاحبؒ عقد الجید میں لکھتے ہیں:۔

"ان چاروں مذہبوں کے اختیار کرنے میں بڑی مصلحت ہے اور ان سب سے روگردانی کرنے میں بڑا فساد ہے اور ہم اس بات کو کئی وجہوں سے بیان کرتے ہیں۔"

اس کے بعد شاہ صاحب نے مفصل یہ تین وجوہ بیان کئے:۔

۱۔ امت کا اجماع ہے کہ معرفت شریعت میں سلف کا اتباع کریں اور یہ مذاہب اربعہ چونکہ اقوال سلف سے بسند صحیح ماخوذ ہیں، تمام مسائل منقح ہیں، اس لیے ان کا اتباع ضروری ہوا۔

۲۔ حدیث میں ہے اتبعوا السواد الاعظم اور تمام مذاہب ختم ہو کر صرف چار ہی رہ گئے سواد اعظم انہی چار کی متبع ہوئی لہذا اتباع مذاہب اربعہ لازم ہوا۔

۳۔ زمانہ طویل ہو گیا، امانتیں ضائع ہو گئیں لہذا علماء سوء یا ایسے لوگوں کی پیروی نہ چاہیئے جن کے متعلق متحقق نہیں کہ شرائط اجتہاد موجود ہیں یا نہیں؟ اور تحقق مشکل ہے اس لیے مذاہب اربعہ مشہورہ متبوعہ ہی کی پیروی کی جائے۔"

اب بطور شجرہ ائمہ اربعہ کی فقہ کے اصل کو ہم واضح کرتے ہیں۔
مدرسۃ الکوفہ عراق میں
مدرسۃ المدینہ حجاز میں
سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت علیؓ
حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ۔ زید بن ثابتؓ۔ عائشہؓ۔ ابن عمرؓ۔ ابن عباسؓ
شریحؒ علقمہؒ مسروقؒ الاسودؒ
عبیداللہ عروہؒ۔ قاسمؒ۔ سعیدؒ۔ سلیمانؒ۔ خارجہؒ
ابراہیم النخعیؒ عامر الشعبیؒ
زہریؒ۔ نافعؒ۔ ابن ذکوانؒ۔ یحیی بن سعیدؒ۔ ربیعۃ الرائےؒ
حماد بن ابی سلیمان
(۱) ابوحنیفہؒ (فقہ حنفی)
(۲) مالک بن انسؒ (فقہ مالکی)
ابویوسفؒ محمدؒ زفرؒ
ابن وہبؒ۔ ابن القاسمؒ۔ اشہبؒ۔ ابن عبدالحکمؒ۔ یحیی اللیثیؒ
(۳) محمد بن ادریس الشافعی رحمہم اللہ تعالیٰ (فقہ شافعی)
الزعفرانیؒ۔ الکرابیسیؒ ۔ ابوثورؒ۔ ابوعبید
البویطیؒ المزنیؒ۔ الربیع المرادیؒ
فی العراق
فی المصر
(۴) احمد بن حنبلؒ (فقہ حنبلی)
فی بغداد

تبصرہ

اس دور کے فقہاء مجتہد تھے، مگر انھوں نے اپنے لیے اجتہاد کا دروازہ بند کر دیا، اس کی جگہ اپنے متبوع امام کے مسائل کا انحصار شروع کر دیا۔ اس لیے مناظرے اور مقابلے شروع ہو گئے جس کا لازمی نتیجہ ظہور عصبیت تھا۔

دورِ تدوین میں بھی مناظرات کا وجود تھا، امام شافعیؒ نے اکثر ان مناظرات کا ذکر کیا ہے، جو ان سے اور فقیہہ عراق محمد بن حسن سے ہوئے مگر وہ دور نہایت بے تعصبی کا زمانہ تھا، مختلف خیال کے لوگ آپس میں مخلصانہ ملتے تھے اور تبادلہ خیال کرتے تھے، ان میں آپس میں عصبیت اور نفرت نہیں تھی۔ ہر فقیہہ دوسرے فقیہہ کو آزادی رائے کا حق دار سمجھتا تھا۔

کسی کی غلطی یا نکتہ چینی کی جاتی تو وہ اس پر غور کرتا، اور جواب دیتا یا اصلاح کر لیتا، مناظرے کم تھے اور محض احقاق حق کے لیے ہوا کرتے تھے، جب حق ظاہر ہو جاتا تو فوراً رائے بدل دیتے کیونکہ اس دور میں فقہا کسی خاص نظریہ کے پابند نہ تھے، لیکن اس دور تقلید و تکمیل میں حالات بدل گئے، لوگ خاص خاص نظریات کے پابند ہو گئے، مخالف کو خصم کہا جانے لگا اور عام حالات یہ تھے کہ خصم کو واقعی مخالف اور غیر محق سمجھ کر خواہ مخواہ اس کو زیر کرنے کی کوشش

کی جانے لگی، اپنی پوری علمی قوت کو مدافعت اور انحصار مذہب میں صرف کیا جانے لگا، خواص سے بڑھ کر یہ چیز عوام میں آگئی۔

اس دور میں مناظرہ (بلکہ مکابرہ اور جدل) کے جلسوں کی بڑی کثرت ہوئی، کوئی ایسا بڑا شہر نہیں تھا جو اس قسم کی مجلسوں سے خالی ہو، بالخصوص عراق وخراسان میں جہاں حنفی اور شافعی دو فقیہہ جمع ہوتے، مناظرے کی مجلسوں کا انعقاد ضروری ہو جاتا۔ یہ مناظرے عموماً وزرا اور امرار کے سامنے منعقد ہوتے تھے اور ان میں فریقین کے اکثر اہل علم بھی شریک ہوتے تھے، اسی زمانے میں مناظرہ کے قواعد وضوابط ممہد ہوئے اور اس پر کتابیں بھی گئیں، اگرچہ اس دور میں اجتہاد اور آزادی رائے تقریباً ختم کر دی گئی عوام وخواص سب کے سب دورِ تدوین کے آئمہ کے مقلد ہو گئے مگر اس دور کے فقہار میں بعض بعض خصوصیتیں بھی تھیں جو ان کو بعد کے دور سے بلند رکھتی ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں۔

۱۔ اس دور کے کچھ علمار تو ایسے بھی ہوئے جو ان احکام کے علل واسباب سے بحث اور ان کے مناط کی تخریج کیا کرتے تھے جن کو ان کے ائمہ نے مستنبط کیا، مگر مناط وعلت کی تنصیص نہیں کی، ان علمار کو ائمہ تخریج کہا جاتا ہے، تخریج مناط کے معنی یہ ہیں کہ حکم کی علت سے بحث اور اس کی تخریج کی جائے۔

تخریج مناط سے زیادہ تر علمار حنفیہ کا تعلق رہا، کیونکہ بہت سے احکام جنکو انھوں نے اپنے ائمہ سے روایت کیا تھا غیر معلل تھے

اس لیے انھوں نے ان اصول کے بیان کے متعلق اجتہاد کیا جن کو ان کے ائمہ نے اپنے مستنبط کردہ مسائل میں اختیار کیا تھا۔ اگرچہ بیان علت و مناط میں کبھی اختلاف بھی ہو جاتا تھا۔ علت و مناط حکم کی تخریج کے بعد اسی کی روشنی میں وہ ان مسائل کی تفریع بھی کرتے تھے جن کے متعلق ان کے امام کی تصریح نہیں تھی، بشرطیکہ اس حکم کی علت ان کو معلوم ہو جائے جن کے متعلق ان کے امام کی تصریح موجود ہے، یہ لوگ مجتہد فی المسائل کہلاتے ہیں۔

فقہائے حنفیہ نے اسی اصول یعنی تخریج مناط کے ذریعہ اپنے اصول فقہ میں بہت سے وہ قواعد وضوابط بیان کیے جن کی تصریح صاحب مذہب سے نہیں ہے، بعض امام کے مسائل مستنبطہ کی تصریحات سے انھوں نے اس مناط حکم اور علت وضابطہ کی تخریج کی۔

فقہائے شافعیہ نے تخریج مناط کے ذریعہ تنقیح اصول کا کام نہیں لیا اس لیے کہ امام شافعیؒ نے خود اپنے اصول فقہ کی تدوین کی، یہی حال مالکیہ اور حنابلہ کا تھا، کیونکہ وہ جدل و مناظرہ کے میدانوں سے ہمیشہ الگ رہے۔

۲۔ اس دور کے کچھ علماء صاحب مذہب اور ان کے تلامذہ کے مختلف رایوں میں ترجیح دینے والے بھی تھے، یہ لوگ اصحاب ترجیح کہلاتے ہیں۔

۳۔ مجتہد فی المسائل، اصحاب تخریج اور اصحاب ترجیح فقہاء

کے علاوہ دوسرے ہر فریق کے اہلِ علم نے اجمالاً اور تفصیلاً اس دور میں اپنے اپنے مذہب کی تائید کی، اجمالاً تائید کے معنی یہ ہیں کہ انھوں نے اپنے مذہب کے امام کی وسعت علم، ورع، صدق، ملکۂ اجتہاد، حسن استنباط اور اتباع کتاب وسنت کی خوب اشاعت کی اور تفصیلی تائید اس طرح کی کہ اپنے امام کے مذہب اور مسائل کی تائید میں رسالے لکھے، مناظرے کیے اور اس کی ترجیح کی پوری سعی کی۔

اس دور کے فقہاء

اس دور کے فقہاء اپنے اپنے ائمہ کے مذاہب کے مکمل خیال کیے جاتے ہیں، انھوں نے اپنے ائمہ اور انکے تلامذہ یعنی مجتہد فی الدین اور مجتہد فی المذاہب کے مختلف روایتوں میں ترجیح دی، ان کے وجوہ وعلل ظاہر کیے، مناط احکام کی تخریج کی اور پھر ان پر ان مسائل کی جن کے بارے میں ان کے ائمہ کی تصریحات موجود نہ تھیں، تفریع کی اور فتوے دیئے اپنے اپنے ائمہ کے مذاہب کا انتصار کیا اور ان کی اشاعت کی۔

اب ہم ان مشاہیر کا ذکر کرتے ہیں جنھوں نے کتابیں لکھیں اور انھوں نے جو کچھ لکھا وہ دور آخر کے فقہاء کے لیے بنیاد ہوگیا۔

پہلے ہم چند منتخب فقہاء حنفیہ کا ذکر کرتے ہیں، ان کے بعد دوسرے ائمہ کے چند منتخب فقہاء کا ذکر کریں گے۔

فقہاء حنفیہ

۱۔ ابو الحسن عبید اللہ بن الحسن الکرخی۔ عراق میں رئیس فقہاء حنفیہ

مجتہد فی المسائل تھے۔ ولادت سنہ ۲۶۰ھ وفات سنہ ۳۴۰ھ مؤلف مختصر شرح جامع کبیر، جامع صغیر، اصول کرخی وغیرہ۔

۲۔ محمد بن احمد بن عبداللہ المروزی الحاکم الشہید امام جلیل فقیہ ومحدث ساٹھ ہزار حدیثوں کے حافظ، صاحب مستدرک، حاکم کے استاد۔ مؤلف الکافی۔ اس کتاب میں انھوں نے ظاہر الروایۃ کی کتابوں کے مسائل یکجا کئے۔ (م سنہ ۳۴۴ھ)

۳۔ ابو جعفر محمد بن عبداللہ البلخی الہندوانی۔ بلخ کے امام۔ ان کا لقب ابو حنیفہ صغیر تھا۔ (م سنہ ۳۶۲ھ)

۴۔ ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاص۔ شاگرد کرخی، مؤلف شرح مختصر کرخی، شرح مختصر طحاوی، شرح جامع محمد، رسالہ اصول فقہ، کتاب ادب القضاۃ وغیرہ۔ وفات سنہ ۳۷۰ھ

۵۔ ابو بکر احمد بن علی الرازی۔ اصحاب تخریج میں تھے، مولف احکام القرآن، شرح جامعین ادب القضاۃ وغیرہ (م سنہ ۳۷۰ھ)

۶۔ امام الہدیٰ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی تلمیذ الہندوانی۔ مؤلف نوازل، العیون والفتاویٰ، خزانۃ الفقہ، بستان، شرح جامع صغیر (وفات سنہ ۳۷۳ھ)

۷۔ ابو عبداللہ یوسف بن محمد الجرجانی، شاگرد کرخی، مؤلف شرح زیادات، شرح جامع کبیر، شرح مختصر کرخی، الجرجانی کی اہم تالیف خزانۃ الاکمل ہے، جس میں انھوں نے کافی حاکم، جامع کبیر، جامع صغیر

زیادات، مجرد، مختصر کرخی، شرح طحاوی اور عیون المسائل کو بہ ترتیب حسن جمع کیا۔ (م ۳۹۸ھ)

۸۔ ابوالحسن احمد بن محمد القدوری البغدادی مشہور متن القدوری کے مؤلف، یہ کتاب متون میں معتمد و متداول ہے۔ بنا بر شہرت متاخرین صرف الکتاب سے اس کو تعبیر کرتے ہیں۔ ان کی تالیف کتاب التجرید ان مسائل پر مشتمل ہے جو امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے مابین مختلف فیہ ہیں، بڑے اچھے مناظر تھے، شیخ ابوحامد اسفرائی شافعی سے ان کا اکثر مقابلہ رہتا تھا (م ۴۲۸ھ)

۹۔ ابوزید عبیداللہ بن عمر الدبوسی السمرقندی، موجد علم الخلاف مناظر اور استخراج دلائل میں ضرب المثل تھے، سمرقند اور بخارا میں اکابر شافعیہ سے اکثر ان کے مناظرے ہوتے تھے، مؤلف نظم الفتاوی تقویم الادلہ، کتاب الاسرار، تاسیس النظر وغیرہ (م ۴۳۰ھ)

۱۰۔ ابوعبداللہ الحسین بن علی الصمیری (م ۴۳۶ھ) کبار فقہاء حنفیہ میں تھے حسن العبارۃ اور جید النظر تھے۔

۱۱۔ ابوبکر محمد بن الحسین البخاری خواہر زادہ، فقیہ ماوراء النہر (م ۴۳۳ھ) مؤلف مختصر، تجنیس اور مبسوط وغیرہ۔

۱۲۔ شمس الائمہ عبدالعزیز بن احمد الحلوانی البخاری امام اہل بخارا (م ۴۴۸ھ) مؤلف المبسوط۔

۱۳۔ شمس الائمہ محمد بن احمد السرخسی شاگرد حلوانی مجتہد فی

المسائل اور اپنے زمانے کے امام حجت، متکلم، مناظر اور اصولی تھے خاقان اور جند سے کسی امر دینی میں اختلاف ہوگیا، خاقان نے ان کو ایک کنویں میں قید کردیا، پندرہ برس تک محبوس رہے، اس کنویں میں بغیر کسی کتاب کے مطالعہ کے مبسوط جیسی ضخیم کتاب جو کافی حاکم کی شرح ہے املا کرائی تلامذہ کنویں کے چاروں طرف بیٹھ کر لکھتے تھے یہ کتاب تیس جلدوں میں مصر میں چھپ چکی ہے، معتمد علیہ کتاب ہی اصول فقہ میں بھی ان کی کتاب ہے اس کے علاوہ شرح سیر کبیر اور شرح مختصر طحاوی بھی تالیف کی، وفات آخر صدی خامس میں۔

۱۴- ابو عبداللہ محمد بن علی الدامغانی شاگرد حمیری و قدوری، عراق میں حنفیہ کے رئیس تھے، بغداد میں قاضی بھی رہے، ولادت ۳۹۸ھ وفات ۴۷۸ھ۔ شیخ ابو اسحٰق شیرازی، شافعی سے ان کے مناظرے ہوتے تھے۔

۱۵- علی بن محمد البزدوی۔ اصول کی مشہور و متداول کتاب کے مؤلف، اس کے علاوہ مبسوط، غنا الفتاوی، شرح جامع کبیر و جامع صغیر بھی تالیف کی، وفات ۴۸۲ھ

۱۶- شمس الائمہ بکر بن محمد الزرنجی امام و علامہ مسائل مذہب کے حفظ میں ضرب المثل تھے، شاگرد حلوانی۔ ولادت ۴۲۷ھ وفات ۵۱۲ھ

۱۷- ابو اسحٰق ابراہیم بن اسمٰعیل الصفار، استاد قاضیخان۔ فقیہ و عابد (م ۵۳۴ھ)

۱۸۔ اسبیجابی علی بن محمد بن اسمعیل، شیخ الاسلام، استاذ صاحب ہدایہ مولف مختصر طحاوی و شرح مبسوط (م ۵۳۵ھ)

۱۹۔ صدر شہید ابو محمد حسام الدین عمر بن عبد العزیز۔ فقیہہ و محدث (وفات ۵۳۶ھ)

۲۰۔ مفتی الثقلین نجم الدین ابو حفص عمر بن محمد نسفی، اصولی فقیہہ محدث لغوی (م ۵۳۷ھ)

۲۱۔ ظہیر الدین عبد الرشید بن ابی حنیفہ بن عبد الرزاق الولوالجی مؤلف فتاوی ولوالجیہ (م ۵۴۰ھ)

۲۲۔ طاہر بن احمد بن عبد الرشید بخاری، مجتہد فی المسائل تھے، مولف خلاصۃ الفتاوی وخزانۃ الروایات وغیرہ (م ۵۴۰ھ)

۲۳۔ شمس الائمہ کردری عبد الغفور بن لقمان شارح جامعین و زیادات (م ۵۴۲ھ)

۲۴۔ شمس الائمہ عماد الدین بن شمس الائمہ بکر بن محمد بن علی الزرنجری اپنے وقت کے نعمان ثانی تھے (م ۵۸۴ھ)

۲۵۔ ابو بکر بن مسعود بن احمد الکاسانی ملک العلماء، مولف البدائع الصنائع، یہ کتاب تحفۃ الفقہاء شیخ علاء الدین سمرقندی کی شرح ہے نہایت عمدہ اور معتبر ہے (م ۵۸۷ھ)

۲۶۔ فخر الدین حسن بن منصور ابو المفاخر الاوزجندی الفرغانی المعروف قاضی خان بڑے پایہ کے امام مجتہد فی المسائل تھے،

مولف فتاوی، واقعات، امالی ومحاضر وغیرہ زیادات، جامع صغیر ادب القضاۃ خصاف کی شرحیں لکھیں (م ۵۹۲ھ)

۲۷۔ ابوالحسن علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل الفرغانی المرغینانی مشہور ومتداول کتاب الہدایہ کے مولف۔ تیرہ برس میں معتکف رہ کر کتاب تالیف کی، امام وفقیہ اصحاب تخریج ومجتہدین فی المسائل میں تھے مولف کتاب المنتقی۔ نشر المذاہب، التجنیس والمزید، مختارات النوازل، کتاب الفرائض، کفایۃ المنتہی وغیرہ (م ۵۹۳ھ)

۲۸۔ محمود بن صدر السعید تاج الدین احمد بن صدر کبیر، مجتہد فی المسائل تھے، مصنف محیط، ذخیرہ، تتمۃ الفتاوی، تجرید وغیرہ

۲۹۔ ناصر الدین ابوالفتح خوارزمی فقیہ، ادیب، مولف المغرب لغت فقہ (م ۶۱۰ھ)

۳۰۔ ظہیر الدین محمد بن احمد البخاری مولف فتاوی ظہیریہ (۶۱۹ھ)

۳۱۔ مجد الدین محمد بن محمود الاستروشنی، صاحب فصول استروشنی وفات ۶۳۲ھ۔

۳۲۔ شمس الائمہ محمد بن عبدالستار الکردری۔ محدث وفقیہ (م ۶۴۲ھ)

۳۳۔ رضی الدین حسن بن محمد الصنعانی، لاہوری، جامع العلوم فقیہ ومحدث ولغوی، مولف مشارق الانوار شرح بخاری، مجمع البحرین، زبدۃ المناسک وغیرہ (م ۶۵۰ھ)

فقہا مالکیہ

۱۔ محمد بن یحیٰی بن لبابۃ الاندلسی۔ معاصرین میں مذہب مالکیہ کے سب سے بڑے حافظ، عقود، شروط اور علل کے ماہر، مولف منتخبہ کتاب الوثائق وغیرہ (م ۳۳۶ھ)

۲۔ بکر بن العلاء القشیری، صاحب تالیفات کثیرہ مثلاً کتاب الاحکام، کتاب الرد علی المزنی، کتاب الاصول اور کتاب القیاس وغیرہ (م ۳۴۴ھ)

۳۔ ابواسحٰق محمد بن القاسم بن شعبان العنسی، مصر میں فقہاء مالکیہ کے رئیس، مذہب کے حافظ غرائب مالک کے ماہر، مولف کتاب الزاہی الشعبانی (م ۳۵۵ھ)

۴۔ محمد بن حارث بن اسد الخشنی۔ اندلس میں رئیس فقہ مالکی امام مالک کے مذہب میں اختلاف و اتفاق پر کتاب لکھی، کتاب الفتیا بھی ان کی تالیف ہے (م ۳۶۱ھ)

۵۔ ابوبکر محمد بن عبداللہ المعیطی الاندلسی حافظ فقہ مالکی، امیر اندلس کی فرمائش پر ابوعمرو الاشبیلی کے ساتھ فقہ مالکی کی مشہور کتاب الاستیعاب سو جلدوں میں مکمل کی (م ۳۶۷ھ)

۶۔ یوسف بن عمر بن عبدالبر شیخ اندلس فقیہ و محدث مولف کتاب الاستذکار، بمذاہب علماء الامصار فیما تضمنہ الموطا من الآثار، و کتاب الکافی فی الفقہ (م ۴۶۳ھ)

۷۔ ابو محمد عبداللہ بن ابی زید عبدالرحمن النفری القروانی۔ آپ اپنے وقت میں فقہ مالکی کے رئیس۔ جامع وشارح اقوال مالک۔ آپ کا لقب مالک الصغیر تھا، مولف نوادر الزیادات علی المدونہ، مختصر المدونہ، تہذیب العتبیۃ، کتاب الرسالہ وغیرہ (م ۳۸۶ھ)

۸۔ ابوسعید خلف بن ابی القاسم الازدی المعروف بالبرادعی مولف کتاب التہذیب فی اختصار المدونہ، کتاب التمہید لمسائل المدونہ زیادات، کتاب اختصار الواضحۃ۔

۹۔ ابوبکر محمد بن عبداللہ الابہری، بغداد میں فقہ مالکی کے رئیس مولف شرح مختصر کبیر وصغیر لابن عبدالحکم، الرد علی المزنی، کتاب الاصول کتاب اجماع اہل المدینۃ۔ ساٹھ برس تک جامع منصور بغداد میں درس وافتا کی خدمت انجام دی، ان کی وفات سے عراق میں امام مالک کا مذہب کمزور ہو گیا (م ۳۹۵ھ)

۱۰۔ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ المعروف بابن ابی زمین البیری مولف المغرب فی اختصار المدونہ، کتاب المنتخب فی الاحکام، کتاب المہذب وغیرہ (م ۳۹۹ھ)

۱۱۔ ابوالحسن علی بن محمد بن خلف المعافری المعروف بابن القابسی محدث فقیہ واصول مولف کتاب الممہد فی الفقہ، احکام الدیانۃ، کتاب ملخص الموطا (م ۴۰۳ھ)

۱۲۔ قاضی عبدالوہاب بن نصر البغدادی المالکی۔ مناظر اور خوش

تقریر تھے، پہلے بغداد میں تھے، پھر مصر آ گئے، مؤلف کتاب التلقین لمذہب امام دار الہجرۃ۔ کتاب المعونۃ، کتاب الادلۃ، شرح مدونۃ وغیرہ (م ۴۲۲ھ)

۱۳۔ ابو القاسم عبد الرحمٰن بن محمد الحضرمی المعروف بالبیدی۔ مشاہیر علماء افریقہ میں تھے۔

۱۴۔ ابو بکر محمد بن عبد اللہ بن یونس الصقلی فقیہ اور فرائض کے ماہر تھے۔ مؤلف جامع مدونۃ، کتاب الفرائض، ہمیشہ جہاد میں رہتے تھے۔ (م ۴۵۱ھ)

۱۵۔ ابو الولید سلیمان بن خلف الباجی۔ اندلس میں حدیث و فقہ پڑھی، پھر مشرق آئے، ابن حزم کے معاصر تھے، ان سے خوب مناظرے کئے۔ مؤلف کتاب الاستیفاء فی شرح الموطا، کتاب المنتقی، کتاب السراج، کتاب مسائل الخلاف، کتاب المہذب فی اختصار المدونۃ، شرح المدونۃ، کتاب احکام الفصول فی احکام الاصول وغیرہ (م ۴۹۴ھ)

۱۶۔ ابو الحسن علی بن محمد الربعی المعروف اللخمی القیروانی، مؤلف تعلیق المدونۃ وغیرہ (م ۴۹۸ھ)

۱۷۔ ابو الولید محمد بن احمد بن رشد القرطبی، اندلس و مغرب میں فقہ مالکی کے رئیس، نہایت دقیق النظر اور جید التالیف تھے، مؤلف کتاب البیان والتحصیل لما فی المستخرجۃ من التوجیہ والتعلیل، کتاب المقدمات

لادائل کتب المدونہ وغیرہ ، مشکل الآثار طحاوی کی تہذیب کی تلخیص کی (م ۵۲۰ھ)

۱۸۔ ابو عبداللہ محمد بن علی بن عمر التمیمی المازری الصقلی۔ افریقہ ومغرب کے امام، مؤلف شرح مسلم، شرح کتاب التلقین، شرح برہان محصول من برہان الاصول (م ۵۳۶ھ)

۱۹۔ ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی المعافری الاشبیلی مؤلف کتاب احکام القرآن، کتاب المسالک فی شرح الموطا کتاب المحصول فی الاصول (م ۵۴۳ھ)

۲۰۔ قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض الیحصبی لبستی حدیث وتفسیر کے امام، فقیہ واصولی مؤلف تقریب المسالک لمعرفۃ اعلام مذہب مالک، اکمال شرح مسلم، کتاب الشفاء، مشارق الانوار فی الغرب وغیرہ۔ (م ۵۴۱ھ)

۲۱۔ اسمٰعیل بن مکی العوفی۔ مؤلف شرح التہذیب المعروف بالعوفیۃ الدیباج فی الفقہ (م ۵۸۱ھ)

۲۲۔ محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن رشد الشہیر بالحفید، ان پر روایت سے زیادہ درایت کا غلبہ تھا۔ اندلس کے بڑے فاضل فقیہ وفلسفی۔ مؤلف خلاصہ اصول مستصفیٰ۔ ان کی اہم تالیف بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد ہے۔ جس میں انھوں نے مذاہب اربعہ کے اختلاف کے اسباب وعلل بیان کئے (م ۵۹۵ھ)

۲۳۔ ابو محمد عبد اللہ بن نجم بن شاس الجذامی السودی مؤلف الجواھر الثمینۃ فی مذہب عالم المدینۃ (م ۶۱۰ھ)

۲۴۔ جمال الدین ابو عمرو عثمان بن عمر بن ابی بکر کردی المعروف بابن حاجب مولف المختصر وغیرہ (م ۶۴۶ھ)

فقہاء شافعیہ

اس دور میں جو اکابر شافعیہ امام شافعی کے مذہب کے ناشر اور موید ہوئے وہ اکثر عراق۔ خراسان اور ماوراء النہر کے رہنے والے تھے، چند مشاہیر یہ ہیں۔

۱۔ ابو اسحٰق بن ابراہیم بن احمد المروزی، اپنے زمانے میں عراق کے شافعیہ میں فتویٰ اور درس کے امام، مولف شرح مزنی (م ۳۴۰ھ) مصر میں وفات پائی۔

۲۔ ابو احمد محمد بن سعید بن ابی القاضی الخوارزمی مولف کتاب الحاوی وغیرہ (م ۳۴۳ھ)

۳۔ ابو بکر احمد بن اسحٰق الضبعی النیشاپوری مولف کتاب الاحکام (م ۳۴۲ھ)

۴۔ ابو علی الحسین بن الحسین المعروف بابن ابی ہریرہ مولف شرح مختصر (م ۳۴۵ھ)

۵۔ قاضی ابو السائب عتبۃ بن عبید اللہ بن موسی بغداد کے پہلے شافعی قاضی القضاۃ (م ۳۵۰ھ)

۶۔ قاضی ابوحامد احمد بن بشر المروزی مؤلف الجامع و شرح مختصر مزنی (م ۳۶۲ھ)

۷۔ محمد بن اسمٰعیل المعروف بالقفال الکبیر الشاشی ماوراء النہر میں فقہ شافعی کے امام۔ آن کے ذریعہ فقہ شافعی وہاں خوب پھیلی، مولف رسالۃ الاصول (م ۳۶۵ھ)

۸۔ ابو سہیل محمد بن سلیمان الصعلوکی شاگرد مروزی نیشاپور کے فقیہہ (م ۳۶۹ھ)

۹۔ ابو القاسم عبد العزیز بن عبد اللہ الدارکی (م ۳۷۵ھ)

۱۰۔ ابو القاسم عبد الواحد بن الحسین الضمیری مؤلف الایضاح کتاب الکفایۃ کتاب القیاس والعلل، کتاب ادب المفتی والمستفتی کتاب الشروط وغیرہ (م ۳۸۶ھ)

۱۱۔ ابو علی الحسین بن شعیب السنجی عالم خراسان مولف شرح مختصر تلخیص ابن القاص و فروع ابن الحداد (م ۴۰۳ھ)

۱۲۔ ابو حامد احمد بن محمد الاسفرائینی۔ شیخ و فقیہہ عراق رئیس مالکیہ عراق صمیری حنفی کے معاصر تھے (م ۴۰۶ھ)

۱۳۔ ابو الحسن احمد بن محمد الضبی المعروف بابن المحاملی مؤلف مجموع و مقنع ولباب وغیرہ (م ۴۱۵ھ)

۱۴۔ عبد اللہ بن احمد المعروف بالقفال الصغیر خراسان میں فقہ شافعی کے امام (م ۴۱۷ھ)

۱۵- ابو اسحٰق ابراہیم بن محمد الاسفرائنی، مؤلف رسالۃ الاصول (م ۴۱۸ھ)

۱۶- ابوالطیب طاہر بن عبداللہ الطبری۔ بغداد میں فقہ شافعی کے امام۔ خلاف وجدل میں کتابیں لکھیں۔ قدوری اور طالقانی سے مناظرے کئے۔ مؤلف شرح مختصر مزنی (م ۴۵۰ھ)

۱۷- ابوالحسن علی بن محمد الماوردی مؤلف الاحکام السلطانیہ حاوی الاقناع وغیرہ (م ۴۵۰ھ)

۱۸- ابوعاصم محمد بن احمد الہروی العبادی، مؤلف زیادات، مبسوط ہادی اور ادب القضاۃ وغیرہ (م ۴۵۸ھ)

۱۹- ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن محمد الفورانی المروزی مؤلف الابانہ، وغیرہ، شیخ اہل مرو (م ۴۶۱ھ)

۲۰- ابوعبداللہ القاضی الحسین المروزی استاذ امام الحرمین (م ۴۶۲ھ)

۲۱) ابو اسحٰق ابراہیم بن علی الفیروز آبادی الشیرازی مؤلف التنبیہ ونکت فی الفقہ ولمع وتبصرہ فی الاصول وملخص ومعونۃ فی الجدل فصاحت ومناظرہ میں ضرب المثل تھے۔ فقہ کے تخریج مناط وتفریع مسائل میں وہ ابن سریج کے قائم مقام تھے، ابوعبداللہ الدامغانی الحنفی سے مناظرے رہتے تھے (م ۴۷۶ھ)

۲۲- ابونصر عبدالسید بن محمد المعروف بابن الصباغ، مؤلف شامل کامل، عدۃ العالم، الطریق السالم، کفایۃ السائل، فتاویٰ وغیرہ، نظامیہ

بغداد کے مدرس تھے (م ۴۷۶ھ)

۲۳۔ ابو سعد عبد الرحمن بن مامون المتولی، مؤلف تتمہ و رسالہ فرائض مدرس نظامیہ (م ۴۷۸ھ)

۲۴۔ ابو المعالی عبد الملک بن عبد اللہ الجوینی امام الحرمین۔ اپنے والد سے فقہ پڑھی، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں چار سال رہے وہاں امام الحرمین کا لقب پایا۔ نیشاپور واپس ہوئے تو نظام الملک طوسی نے ان کے لیے نیشاپور میں مدرسہ نظامیہ قائم کیا۔ مشرق میں فقہ شافعی کے امام ہوئے، مؤلف النہایہ، برہان فی الاصول، مغیث الخلق فی ترجیح المسائل (م ۴۷۸ھ)

۲۵۔ حجۃ الاسلام ابو حامد محمد بن محمد بن محمد الغزالی ولادت ۴۵۰ھ بڑے صوفی، معلم اخلاق اور فقیہ تھے، ان کی احیاء العلوم و کیمیائے سعادت مشہور متداول ہے۔ امام الحرمین سے فقہ پڑھی، مذہب خلاف، جدل، اصول، کلام اور منطق میں مہارت تامہ حاصل کی، حکمت اور فلسفہ کی پوری تحصیل کی، امام الحرمین کے بعد نظامیہ نیشاپور کے مدرس ہوئے۔ فقہ میں بسیط وسیط وجیز خلاصہ اور اصول فقہ میں مستصفی، منخول، ہدایۃ الہدایہ اور خلافیات میں ماخذ، شفاء الغلیل فی مسائل التعلیل وغیرہ کتابیں مختلف علوم پر لکھیں۔ ۵۰۵ھ میں وفات پائی۔

۲۶۔ ابو اسحٰق ابراہیم بن منصور بن مسلم العراقی الفقیہ المصری،

شارح مہذب (م ۵۹۶ھ)

۲۷۔ ابوسعد عبداللہ بن محمد بن ہبۃ اللہ المعروف بابن ابی عصرون التیمی، الموصلی، قاضی القضاۃ، دمشق، مولف صفوۃ المذہب علی نہایت المطلب، کتاب الانتصار، مرشد الذریعہ فی معرفۃ الشریعۃ التیسیر کتاب الارشاد فی نصرۃ المذہب۔

۲۸۔ ابوالقاسم عبدالکریم بن محمد القزوینی الرافعی مولف الشرح الکبیر للوجیز الموسوم بالعزیز شرح الوجیز یہ کتاب فقہ شافعی میں مشہور ومتداول ہے۔ رافعی بڑے فقیہ اور درجۂ اجتہاد تک پہونچے ہوئے تھے۔ (م ۶۲۳ھ)

۲۹۔ محی الدین ابوزکریا یحیی بن شرف بن مری النووی ولادت ۶۳۱ھ۔ آخر المحققین صوفی زاہد، فقہاء شافعیہ میں اصحاب ترجیح کا درجہ رکھتے تھے، مولف الروضہ، المنہاج وغیرہ (م ۶۷۶ھ)

فقہاء حنبلیہ۔

فقہ حنبلی کے پیرو نسبۃً چونکہ کم تھے، ان کی فقہ نہایت سادہ اور محدثین کے طریقہ پر تھی، اس لیے اس سلسلے میں زیادہ اسماء نہیں ملتے، جو ملتے ہیں وہ فقیہ سے زیادہ محدث سمجھے جاتے ہیں، بہرحال یہاں ان میں سے دو بزرگوں کا نام لکھتے ہیں۔

۱۔ شیخ الاسلام حافظ ابواسمعیل عبداللہ بن محمد الہروی الانصاری ولادت ۳۹۶ھ۔ وفات ۴۸۱ھ، محدث اور صوفی تھے مولف الاربعین

کتاب الفاروق، کتاب ذم الکلام واہلہ وکتاب منازل السائرین وغیرہ ان کو حنبلیت سے بڑا شغف تھا، فرماتے ہیں ؎

انا حنبلی ما حییت وان امت
فوصیتی للناس ان یتحنبلو

۲۔ حافظ شمس الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی المعروف بابن الجوزی البغدادی مشہور محدث، مؤلف موضوعات، صفۃ الصفوۃ تلبیس ابلیس، اخبار الاخیار، منہاج الصادقین (م ۵۹۷ھ)

مذاہب اربعہ کے چار مقدس

اکابر اولیاء اللہ

(۱)

سرحلقۂ شیوخ، مشائخ، غوث اعظم محبوب سبحانی قطب الاقطاب غوث الثقلین، امام الطائفتین، شیخ الاسلام والمسلمین حضرت سیدنا محی الدین ابو محمد عبدالقادر الحسینی الحسنی الجیلانی البغدادی الحنبلی ولادت ۴۷۱ھ وفات ۵۶۱ھ۔

---

(۲)

سرحلقہ سلسلہ حضرات سہروردیہ حضرت شیخ الشیوخ سیدنا شہاب الحق والدین ابو حفص عمر بن عبداللہ بن محمد الصدیقی السہروردی البغدادی الشافعی۔ ولادت ۵۳۹ھ وفات ۶۳۲ھ۔

(۳)

سرحلقہ سلسلہ حضرات چشت اہل بہشت حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز، سیدنا شیخ معین الحق والملۃ والدین حسن الحسینی السنجری الاجمیری الحنفی۔ ولادت ۵۳۷ھ وفات ۶۳۳ھ۔

(۴)

سرحلقہ اہل توحید حضرت عارف کبیر شیخ اکبر سیدنا محی الحق والدین محمد بن علی، ابن محمد بن عربی الطائی، الحاتمی الاندلسی المالکی ولادت ۵۶۰ھ۔ وفات ۶۳۸ھ۔ رضی اللہ عنہم وارضاھم

کے اسماء مبارک پر تبرکاً اس دور کو ہم ختم کرتے ہیں۔

تیسرا دور

دور تقلید محض

یہ دور یعنی فقہ بزمانۂ تقلید محض، ساتویں صدی کے وسط سے شروع ہو کر آج تک قائم ہے، اس دور میں اجتہاد کی ہوائیں بالکل رک گئیں، آزادیٔ رائے ختم ہو گئی، مسائل کی تحقیق و تفریع کا سلسلہ بند ہو گیا۔ جدل اور مناظرے کی گرم بازاری بھی سرد پڑ گئی۔ خاص اپنے اپنے مذہب کے ماسبق فقہار کی آرار و اقوال پر نہایت جمود کے ساتھ خواص اور عوام قائم ہو گئے اور ہر مسئلہ میں اگلوں کی رائے تلاش کی جانے لگی، دوسرے مذاہب اور ان کی کتابوں سے تقریبًا ہر طرح کا تعلق منقطع ہو گیا۔

اس دور میں چند علمار کے علاوہ رتبۂ اجتہاد تک پہونچنے والے علمار بھی نظر نہیں آتے، جو ہیں وہ بھی نصف اول میں مثلاً حنفیہ میں کمال ابن الہمام، زیلعی اور ابن کمال پاشا وغیرہ،
مالکیہ میں ابن دقیق العید (م ۷۰۲ھ) وغیرہ۔ شافعیہ میں عز بن عبدالسلام (م ۶۶۰ھ) ابن السبکی (م ۷۷۱ھ) سیوطی (م ۹۱۱ھ)

وغیرہ اور حنبلیہ میں ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ) اور ابن القیم (م ۷۵۱ھ) وغیرہ جو مذاہب اربعہ کے بہترین علماء تھے، مگر وہ بھی ائمہ انتساب سے بڑھ نہ سکے، اگلوں کے مقابلے میں ان کے اقوال مقبول نہ ہو سکے ان کو بھی عموماً آراء سابقہ پر رہنا پڑا، لیکن اس دور کے نصف ثانی سے چودہویں صدی کے تقریباً نصف سے شروع ہوتا ہے حالت بالکل بدل گئی، نشان راہ میں تغیر آگیا، گویا اعلان کر دیا گیا کہ کسی فقیہ کو اختیار و ترجیح کا حق حاصل نہیں، اس کا زمانہ گذر گیا، بلکہ قدماء کی کتابوں اور لوگوں کے درمیان بھی دیوار حائل ہو گئی، صرف ان کتابوں پر قناعت کرنا پڑی جو ان کے سامنے تھیں۔

اس دور میں کچھ تو دور دوم کی کتابیں رہیں اور کچھ ان سے مختصرات اور متون لکھے گئے جو اس قدر مختصر اور مغلق کہ ان کا سمجھنا دشوار تر ہو گیا۔ اس لیے اس کی شرحیں حواشی اور تعلیقات لکھنا پڑے، انہی متون و شروح اور چند کتب فتاوی پر مذاہب اربعہ میں اپنے مذہب کے عوام و خواص کا دارومدار ہے۔

اب ہم اس دور کے چند مخصوص حنفی اکابر و فقہاء کے مختصر تذکرہ کے بعد اس تاریخ کو ختم کرتے ہیں۔

۱۔ تاج الشریعۃ محمود بن صدر الشریعۃ اول محبوبی البخاری مولف شرح ہدایہ و متن مشہور وقایۃ الروایۃ (احد المتون الاربعۃ) اس متن کو مولف نے صدر الشریعۃ ثانی اپنے پوتے کے لیے ہدایہ سے منتخب کر کے

لکھا تھا، وفات ۶۶۳ھ ۔

۲۔ زاہدی ابو الرجاء مختار بن محمود غزمینی حنفی مؤلف قنیہ مجتبیٰ شرح قدوری (م ۶۶۳ھ)

۳۔ ابو الفتح عبد الرحیم بن ابی بکر عبد الجلیل المرغینانی السمرقندی مؤلف فصول عمادیہ وغیرہ

۴۔ ابو الفضل مجد الدین عبد اللہ بن محمود بن مودود الموصلی مؤلف المختار (احد المتون الاربعۃ) و شرحہ الاختیار (م ۶۸۶ھ)

۵۔ النسفی محمد بن ابو الفضل مؤلف عقائد و منظومہ فقہ وغیرہ (م ۶۸۶ھ)

۶۔ ابن الساعاتی مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب بغدادی مؤلف متن مجمع البحرین وغیرہ (م ۶۹۴ھ)

۷۔ النسفی ابو البرکات حافظ الدین عبد اللہ بن احمد مؤلف مشہور داخل درس متن کنز الدقائق، اصول میں المنار اور تفسیر میں مدارک التنزیل ان کی مشہور کتابیں ہیں (م ۷۱۰ھ)

۸۔ سغناقی حسام الدین حسن بن علی فقہ مؤلف نہایہ شرح ہدایہ (م ۷۱۰ھ)

۹۔ سر حلقہ سلسلہ نظامیہ چشتیہ حضرت نظام الدین اولیاء سلطان المشائخ محمد بن احمد بن علی، بخاری بدایونی دہلوی صوفی فقیہ محدث وفات ۷۲۵ھ

۱۰۔ الزیلعی ابو محمد فخر الدین عثمان بن علی بن محمد مؤلف تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق م‌۷۴۳ھ۔

۱۱۔ صدر الشریعہ ثانی عبید اللہ بن مسعود بن محمود مؤلف شرح وقایہ و تنقیح الاصول و توضیح وغیرہ (م‌۷۴۷ھ) شرح وقایہ و توضیح مدارس میں داخل درس ہیں۔

۱۲۔ قاضی ابو حنیفہ سندی قاضی بھکر۔

۱۳۔ ابو حنیفہ اتقانی امیر کاتب بن امیر عمر غازی قوام الدین مؤلف غایۃ البیان شرح ہدایہ و شرح حسامی وغیرہ (م‌۷۵۸ھ)

۱۴۔ طرسوسی قاضی القضاۃ نجم الدین ابراہیم بن علی مؤلف فتاوی طرطوسی و انفع الوسائل وغیرہ (م‌۷۵۸ھ)

۱۵۔ شیخ عبد الوہاب بن احمد الدمشقی مؤلف منظومہ ابن وہبان (م‌۷۶۸ھ)

۱۶۔ سرحلقہ سلسلہ فردوسیہ کبرویہ مخدوم جہاں حضرت شیخ احمد بن یحییٰ منیری بہاری شیخ الاسلام شرف الدین محدث، فقیہ صوفی درجۂ اجتہاد تک پہونچے ہوئے تھے ولادت ۶۶۱ھ۔ وفات ۷۸۲ھ۔

۱۷۔ شیخ اسحٰق مغربی فقیہ صوفی ۷۷۶ھ

۱۸۔ شیخ امام الدین فقیہ دہلوی (م‌۷۸۰ھ)

۱۹۔ عالم بن علاء اندرپتی مؤلف فتاوی، تتارخانیہ ہندوستان میں فقہ کی پہلی کتاب جو امیر تتارخانی کے حکم سے مؤلف نے تالیف کی ۷۸۶ھ

(وفات ۸۶ھ)

۲۰۔ شیخ عمر بن محمد بن عوض، سنامی مؤلف نصاب الاحتساب

۲۱۔ شیخ ابو الفتح رکن بن حسام ناگوری، مؤلف فتاوی حمادیہ

۲۲۔ بابرتی اکمل الدین محمد بن محمود بن احمد مؤلف عنایہ شرح ہدایہ شرح سراجیہ، شرح اصول بزدوی، شرح مختصر ابن حاجب وغیرہ (م ۷۸۹ھ)

۲۳۔ سرحلقہ سلسلہ حضرات نقشبندیہ سید الطائفہ خواجۂ خواجگان سیدنا حضرت سید بہاؤ الدین نقشبند وفات ۷۹۱ھ

۲۴۔ شیخ اسمٰعیل بن محمد ملتانی فقیہہ (م ۷۹۵ھ)

۲۵۔ حضرت شیخ رکن الدین زرادی فقیہہ، استاد اخی سراج بنگالی۔

۲۶۔ مولانا افتخار الدین گیلانی دہلوی، فقیہہ استاد حضرت نصیر الدین سراج دہلی۔

۲۷۔ ابوبکر بن علی الحدادی مولف الجوہرالنیرہ وسراج الوہاج وفات ۸۰۰ھ

۲۸۔ سید شریف علی بن محمد جرجانی مؤلف شرح ہدایہ و شرح وقایۂ شریفیہ (م ۸۱۶ھ)

۲۹۔ کردری محمد بن محمد بن محمد بن شہاب مؤلف فتاوی بزازیہ المشہور بوجیز کردری (م ۸۲۷ھ)

۳۰۔ قاری الہدایہ سراج الدین عمر بن علی مولف فتاوی وتعلیقات ہدایہ (م سنہ ۸۲۹ھ)

۳۱۔ ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی مولف فتاوی ابراہیم شاہی (م سنہ ۸۵۵ھ)

۳۲۔ حافظ بدر الدین محمود بن احمد العینی قاضی القضاۃ مولف شرح ہدایہ، شرح معانی الآثار، شرح بخاری وغیرہ (م سنہ ۸۵۵ھ)

۳۳۔ ابن الہمام کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید السیواسی مولف فتح القدیر زاد الفقیر، التحریر فی الاصول وغیرہ، مجتہدین میں ان کا شمار ہے (م سنہ ۸۶۱ھ)

۳۴۔ ابو العدل زین الدین قاسم بن قطلوبغا محدث فقیہ مولف شرح وقایہ وغیرہ (م سنہ ۸۷۹ھ)

۳۵۔ ابن امیر حاج شمس الدین الحلبی مولف شرح منیۃ المصلی وغیرہ (م سنہ ۸۷۹ھ)

۳۶۔ ملا خسرو بن محمد بن فراموز فقیہ مولف غرر الاحکام و درر الحکام و مرقاۃ الاصول (م سنہ ۸۸۵ھ)

۳۷۔ ابن ملک شارح منار وغیرہ

۳۸۔ شیخ حسن چلپی فقیہ (سنہ ۸۸۶ھ)

۳۹۔ یوسف بن جنید توقانی اخی چلپی مولف ذخیرۃ العقبی حاشیہ شرح وقایہ (م سنہ ۹۰۵ھ)

۴۰۔ ابراہیم بن موسیٰ طرابلسی مؤلف البرہان و مواہب الرحمان (وفات ۹۲۲ھ)

۴۱۔ مولانا الہداد جونپوری شارح ہدایہ، بزدوی قنیۃ وغیرہ (م ۹۲۳ھ)

۴۲۔ احمد بن سلیمان بن کمال باشا رومی صاحب تصانیف کثیرہ ہم پایہ سیوطی (م ــــھ) ان کا شمار اصحاب ترجیح میں ہے، مؤلف شرح ہدایہ، اصلاح الوقایہ وغیرہ (م ۹۴۰ھ)

۴۳۔ شیخ بدہ بہاری استاد شہر شاہ سوری اس عہد کے شیخ الاسلام

۴۴۔ ملا عصام الدین ابراہیم بن محمد بن عرب شاہ فقیہ مؤلف شرح شرح وقایہ وغیرہ (م ۹۴۴ھ)

۴۵۔ سعدی چلپی سعد اللہ بن عیسیٰ بن امیر خاں مفتی، محشی عنایہ (م ۹۴۵ھ)

۴۶۔ شیخ زادہ رومی محی الدین محمد بن مصلح الدین مؤلف مجمع الانہر وغیرہ ۹۵۱ھ

۴۷۔ حلبی ابراہیم بن محمد بن ابراہیم، مؤلف ملتقی الابحر، کبیری، شرح منیۃ المصلی وغیرہ (م ۹۵۶ھ)

۴۸۔ عبد العلی برجندی شارح مختصر وقایہ

۴۹۔ شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی مؤلف جامع الرموز (م ۹ــــھ)

۵۰۔ زین العابدین بن ابراہیم بن نجیم مؤلف الاشباہ والنظائر بحر الرائق، رسائل زینیہ، شرح منار، حاشیہ ہدایہ وغیرہ (م ۹۶۹ھ)

۵۱ - برکلی محی الدین محمد بن پیر علی مؤلف طریقہ محمدیہ (م سنہ ۹۸۱)

۵۲ - مفتی ابوالسعود محمد بن محمد بن مصطفے مفتی روم مؤلف حاشیہ ملا مسکین (م سنہ ۹۸۲)

۵۳ - مولانا حامد بن محمد قونوی مفتی مؤلف فتاوی حامدیہ (م سنہ ۹۸۵)

۵۴ - قاضی زادہ شمس الدین احمد مؤلف تکملہ فتح القدیر وغیرہ (م سنہ ۹۸۸)

۵۵ - تمرتاشی محمد بن عبداللہ بن احمد مؤلف تنویر الابصار و معین المفتی و تحفۃ الاقران و شرح مواہب الرحمن و شرح زاد الفقیر و شرح وہبانیہ وغیرہ (م سنہ ۱۰۰۴)

۵۶ - قاضی ابوالفتح بلگرامی، قاضی بلگرام فقیہ (م سنہ ۱۰۱۰)

۵۷ - خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ محمد باقی باللہ نقشبندی رضی اللہ عنہ، فقیہ محدث صوفی (م سنہ ۱۰۱۲)

۵۸ - ملا علی قاری نورالدین بن سلطان مؤلف نقایہ مرقاۃ وغیرہ (م سنہ ۱۰۱۴)

۵۹ - امام الاولیاء حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رضی اللہ عنہ، مکاتیب شریفہ میں آپ نے مذہب حنفیہ کا خوب انتصار فرمایا۔ وفات سنہ ۱۰۳۵

۶۰ - شیخ الہند حضرت عبدالحق محدث دہلوی مؤلف لمعات و اشعۃ اللمعات و شرح سفر السعادۃ وغیرہ (م سنہ ۱۰۵۸)

۶۱ - مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی آفتاب پنجاب فقیہ معقولی (م سنہ ۱۰۶۸)

۶۲ - شیخ حسن شرنبلالی مؤلف نورالایضاح و مراقی الفلاح (م سنہ ۱۰۷۹)

۶۳۔ خیر الدین رملی بن احمد بن نور الدین علی بن زین العابدین مؤلف فتاوی خیریہ (م ۱۰۸۱ھ)

۶۴۔ حصکفی علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد صاحب درمختار و در المنتقی وغیرہ (م ۱۰۸۸ھ)

۶۵۔ عالمگیر اورنگ زیب بادشاہ ہند فتاوی عالمگیری اپنی نگرانی میں علماء کی ایک جماعت سے تالیف کرا کر پورے ہندوستان میں اس کو نافذ کیا (م ۱۱۱۸ھ)

۶۶۔ خواجہ معین الدین محمد بن خواجہ خاوند محمود نقشبندی مولف فتاوی نقشبندیہ۔

۶۷۔ ملا محب اللہ بہاری مولف مسلم الثبوت وغیرہ (م ۱۱۱۹ھ)

۶۸۔ ملا جیون شیخ احمد صدیقی مولف نور الانوار و تفسیر احمدی وغیرہ (وفات ۱۱۳۰ھ)

۶۹۔ ملا نظام الدین برہان پوری عہد عالمگیری کے فقیہ، فتاوی عالمگیری کی مجلس تالیف کے صدر (م ۱۱۰۳ھ)

۷۰۔ ملا نظام الدین سہالوی بانی درس نظامیہ شارح مسلم الثبوت (م ۱۱۶۱ھ)

۷۱۔ امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ)

۷۲۔ ملا مجد الدین مدنی فقیہ محدث معقولی، شاگرد ملا نظام الدین و شاہ ولی اللہؒ بانی مدرسہ عالیہ کلکتہ۔

۷۳۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی مؤلف تفسیر مالا بد منہ (م ۱۲۲۵ھ)

۷۴۔ بحر العلوم عبد العلی لکھنوی مؤلف رسائل الارکان وغیرہ وفات ۱۲۲۶ھ

۷۵۔ امام الہند شاہ عبد العزیز محدث صاحب فتاویٰ عزیزیہ ۱۲۳۹ھ

۷۶۔ علامہ طحطاوی سید احمد مفتی، محشی درمختار و مراقی الفلاح وفات ۱۲۴۳ھ

۷۷۔ علامہ شامی سید محمد امین المشہور بابن عابدین مؤلف رد المختار و تنقیح فتاوی حامدیہ وغیرہ ۱۲۵۲ھ

۷۸۔ مفتی بغداد آلوسی زادہ محمود بن عبد اللہ، فقیہ، مفسر مؤلف روح المعانی (م ۱۲۷۰ھ)

۷۹۔ مفتی عنایت احمد مؤلف محاسن العمل ضمان الفردوس وغیرہ وفات ۱۲۷۹ھ

۸۰۔ مفتی صدر الدین، صدر الصدور دہلی، مؤلف منتہی المقال وغیرہ (م ۱۲۸۵ھ)

۸۱۔ مولانا کرامت علی جون پوری، فقیہ، صوفی مؤلف مفتاح الجنۃ (م ۱۲۹۰ھ)

۸۲۔ مفتی سعد اللہ مولف فتاوی سعدیہ (م ۱۲۹۴ھ)

۸۳۔ مفتی اسد اللہ، مفتی فتح پور، صدر الصدور جونپور (م ۱۳۰۰ھ)

۸۴۔ مفتی عبد الرحمن سراج مفتی مکہ مکرمہ۔

۸۵ - مولانا عبد الحیؒ، فرنگی محلی لکھنوی، مؤلف حاشیہ ہدایہ حاشیہ شرح وقایہ سعایہ، مجموعہ فتاوی (م ۱۳۰۴ھ)

۸۶ - مولانا ارشاد حسین رامپوری مؤلف انتصار الحق و فتاوی رشیدیہ (م ۱۳۱۱ھ)

۸۷ - شمس العلماء مولانا ولایت حسین، مفتی مدرسہ عالیہ کلکتہ

۸۸ - مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، محدث فقیہ صوفی (م ۱۳۲۳ھ)

۸۹ - مفتی عزیز الرحمن صاحب فقیہ، صوفی، مفتی اعظم ہند دیوبند (م ۱۳۴۷ھ)

۹۰ - مفتی عبد اللہ ٹونکی بہاری، فقیہ و مفتی، صدر مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ (م ھ)

۹۱ - مفتی لطف اللہ علیگڈھی، استاد العلماء فقیہ (م ۱۳۳۴ھ)

۹۲ - مولانا وکیل احمد سکندر پوری مؤلف شرح الاشباہ (م ھ)

۹۳ - مولانا محمد حسن سنبھلی محشی ہدایہ (م ھ)

۹۴ - شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی، فقیہ محدث صدر المدرسین مدرسہ دیوبند (م ھ)

۹۵ - مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی مؤلف فتاوی رضویہ (م ۱۳۴۰ھ)

۹۶ - مولانا عبد الودود صاحب، چاٹگامی، فقیہ مؤلف فتاوی ودودیہ (م ھ)

۹۷۔ مولانا مشتاق احمد کانپوری[۱]، فقیہ، مولف حاشیہ ہدایہ، شرح مناسک قاری (م ۱۳۵۹ھ)

۹۸۔ مولانا محمد جمیل صاحب انصاری مفتی مدرسہ عالیہ کلکتہ (م ۱۳۶۰ھ)

۹۹۔ مولانا حافظ عبداللہ صاحب مولف مخزن الفتاوی (م ۱۳۶۲ھ)

۱۰۰۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی فقیہ صوفی مولف فتاوی امدادیہ (م ۱۳۶۲ھ)

۱۰۱۔ مولانا محمد سہول صاحب مفتی مدرسہ دیوبند (م ۱۳...ھ)

۱۰۲۔ مفتی محمد کفایت اللہ صاحب مفتی اعظم ہند (م ۱۳۷۲ھ)

ان بزرگوں کے علاوہ اور بہت سے فقہاء کرام گذرے ہیں، اللہ ان تمام پر بیشمار رحمتیں نازل فرمائے۔ رحمھم اللہ رحمۃ واسعۃ

---

[۱] استاذی مولانا مشتاق احمد مرحوم و مغفور مدرسہ عالیہ کلکتہ کے فقیہ اول تھے مولف نے علم فقہ مولانا مرحوم سے حاصل کیا، اجازت درس و افتاء کے بعد فقیر مولف ۱۳۴۲ھ سے ۱۹۲۳ء تک جامع ناخدا میں افتاء و درس پر مامور رہا ۱۹۲۳ء سے تقسیم ہند تک اس خدمت پر مدرسہ عالیہ کلکتہ سے وابستہ رہا تقسیم ہند ۱۹۴۷ء کے بعد سے اب تک مدرسہ عالیہ ڈھاکہ کی خدمت درس و افتاء سے متعلق ہے، فقہ اور اصول میں مولف کی تالیفات حسب ذیل ہیں۔

فقہ :۔ فتاوی برکتیہ، ۲ جلدوں میں، بیس ہزار فتووں کا مجموعہ۔ الافصاح۔ ارکان اربعہ پر مختصر متن، کتاب موقوت الاذان والتبشیر المسہلہ، دفع الغلغلۃ القرہ فی الکرہ اظہار حق، تخریج مسائل المجلۃ وغیرہ

اصول فقہ:۔ کتب الاصول فقہ میں مختصر متین، التنبیہ للفقیہ۔ مالابد للفقیہ، آداب المفتی۔ تحفۃ البرکتی وغیرہ ۱۲ محمد عمیم الاحسان عفی عنہ

اصول فقہ

فروغ دانش ما از قیاس ست　　　قیاس ما ز تقدیر حواس است

قرآن حکیم افلا تعقلون، لقوم یعقلون اور لعلکم تعقلون متعدد بار فرما کر عقل کی طرف رجوع کرنے کی بار بار دعوت دیتا ہے، یہی عقل اللہ کی وہ عظیم القدر نعمت ہے جو اشرف المخلوقات انسان کو دوسرے تمام مخلوقات سے ممتاز کرتی ہے، اسی عقل کے ذریعہ انسان حواس خمسہ سے حاصل کی ہوئی چیزوں کو سمجھتا ہے اور ان میں باہم امتیاز کرتا ہے، پھر ان سے بہت ساری غیر معلوم چیزوں کا علم حاصل کرتا ہے، اسی تحصیل کا نام تعقل ہے اور حاصل شدہ معلومات معقولات، کہلاتے ہیں۔

اگر اسی عقل سے وحی الٰہی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سمجھنے میں کام لیں تو وہ تفقہ فی الدین کہلاتا ہے، سمجھنے کے بعد ان سے جو معلومات دینی حاصل کریں وہی اجتہادی معلومات مسائل فقہیہ اور امور دینیہ ہیں۔ اس لیے امام سیوطی نے فقہ کی تعریف اس طرح کی ہے

الفقہ معقول من منقول　　　منقول سے بذریعہ عقل حاصل کی ہوئی چیز فقہ ہے

اس تعریف کے بموجب جملہ معلومات شرعیہ فقہ میں داخل ہیں خواہ ان کا تعلق اعتقادیات سے ہو یا وجدانیات وعملیات سے ہو یہی وجہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رح کی طرف منسوب عقائد سے متعلق مشہور کتاب کا نام فقہ اکبر ہے۔ عہد صحابہ کے ختم ہوجانے پر جب ہر علم نے صناعت کی صورت اختیار کر لی تو اعتقادیات سے متعلق معلومات کا نام علم کلام ہو گیا، وجدانیات نے تصوف کا علم پیدا کیا عملیات سے متعلق حصے کا نام علم الفقہ ہوا ب علم فقہ کی تعریف اس طرح مشہور ہوئی۔

العلم بالاحکام	یعنی فقہ ان احکام شرعیہ عملیہ کے علم
الشرعیۃ العملیۃ من	کا نام ہے جو ان کے تفصیلی دلائل سے حاصل
ادلتھا التفصیلیۃ	کیے گئے ہوں۔

ظاہر ہے کہ جب تدوین فقہ کا خیال ہوا ہوگا اور ادلہ سے مسائل کے استنباط پر غور کیا جا رہا ہوگا، تو ان اصول قواعد کے تعیین کی بھی ضرورت محسوس کی گئی ہوگی جن کے ذریعہ احکام کا استنباط کیا جا سکے فرض و واجب حرام وحلال اور مباح و مکروہ کے درجے قائم کیے جا سکیں ان اصطلاحات کا معیار قائم ہو سکے وغیرہ وغیرہ اس طرح اصول فقہ کا مدون ہونا ناگزیر تھا۔

اغلب یہ ہے کہ تدوین فقہ کے ساتھ امام ابوحنیفہ نے اصول و ضوابط کی طرف ضرور توجہ کی ہوگی، علامہ خضری مرحوم نے لکھا ہے کہ امام ابویوسف اور امام محمد نے اصول فقہ پر کتابیں لکھیں، لیکن ہم کو

ان کتابوں کا علم نہیں اور جو کچھ علم ہے وہ امام شافعی کا رسالہ اصول فقہ ہے جس کو انھوں نے کتاب الام کے مقدمہ کے طور پر تالیف کیا اور وہ عام طور پر ملتی ہے۔ اس لیے اس علم کا اصلی سنگ بنیاد اور عظیم القدر ذخیرہ بحث ہم اسی کو خیال کرتے ہیں۔

امام شافعیؒ نے اپنی کتاب اصول فقہ میں کتاب وسنت، اوامر نواہی، درجہ حدیث، نسخ، علل احادیث، خبر واحد، اجماع، قیاس استحسان، اجتہاد اور اختلاف وغیرہ کے متعلق چند مباحث تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں۔ بنیاد کا قائم ہونا ہی تھا کہ فقہاء کرام کی ایک جماعت نے اس طرف توجہ کی اور نہایت تنقیح وتحقیق کے ساتھ مطول اور مختصر کتابیں لکھ کر اسلام کی بڑی خدمت کی۔

فن اصول پر جو کتابیں تالیف کی گئیں، ان کا طرز مختلف تھا۔ بعضوں نے متکلمانہ طریقہ پر کتابیں لکھیں، جن میں مولفین نے صرف قواعد کے بیان پر اکتفا کرتے ہوئے سارا زور استدلال اور ایراد وجواب پر صرف کیا ہے۔ اور بعضوں نے فقیہانہ طرز پر کتابیں تالیف کیں جن میں قواعد واصول کے ساتھ ان کی مثالیں اور نظائر بھی بیان کیے، نکات فقہ بیان کرنے کے بعد ان پر مسائل کی تفریع بھی کی۔

متکلمین کی روش پر جو کتابیں تالیف کی گئیں، ان میں سے چار کتابیں نہایت بلند پایہ ہیں

۱۔ کتاب البرہان تالیف امام الحرمین (م ۴۷۸ھ)

۲۔ المستصفی تالیف امام غزالی (م ۵۰۵ھ)
۳۔ کتاب العہد تالیف عبدالجبار معتزلی (م ۴۱۵ھ)
۴۔ کتاب العہد تالیف ابوالحسین بصری معتزلی (م ۴۳۶ھ)
گویا یہ چار کتابیں اس فن کے ارکان ہیں

متاخرین میں سے امام رازی (م ۶۰۶ھ) نے کتاب محصول اور سیف الدین آمدی (م ۶۳۱ھ) نے کتاب الاحکام میں گذشتہ چاروں کتابوں کا ملخص کیا، مگر دونوں کا طرز جداگانہ تھا۔ رازی کا میدان استدلال اور احتجاج کی جانب زیادہ رہا۔ آمدی کی توجہ تحقیق مذاہب اور تفریع مسائل کی جانب زیادہ رہی، پھر امام رازی کے شاگرد سراج الدین ارموی نے محصول کا اختصار کتاب تحصیل میں اور تاج الدین ارموی نے کتاب حاصل میں کردیا پھر شہاب الدین قیروانی م ۶۸۴ھ نے ان دونوں کتابوں سے چند مقدمات اور قواعد اقتباس کرکے ایک کتاب بنام تنقیحات تالیف کی۔ اسی طرح قاضی بیضاوی (م ۶۸۵ھ) نے منہاج نامی کتاب لکھی۔ ابن حاجب (م ۶۴۶ھ) نے کتاب الاحکام کا اختصار کیا اور مختصر کبیر نام رکھا، پھر اس کے اختصار کا نام مختصر صغیر رکھا۔

فقیہانہ طرز پر زیادہ تر حنفیہ نے کتابیں لکھیں، اس سلسلے میں قدیم ترین کتاب ابوبکر جصاص (م ۳۷۰ھ) کی کتاب الاصول ہے

ابوزید دبوسی (م ۴۳۰ھ) کی کتاب الاسرار اور تقویم الادلہ اس فن میں نہایت عمدہ کتابیں ہیں، چنانچہ قیاس کے متعلق شرح وبسط کے ساتھ اس قدر مباحث لکھے کہ اس فن کو مہذب کرکے درجۂ تکمیل تک پہونچا دیا اور اس کی اساس وبنیاد کو نہایت مستحکم کر دیا۔

متاخرین حنفیہ میں فخر الاسلام بزدوی کی کتاب الاصول نہایت مستند کتاب ہے اور اب اس فن میں اساس وبنیاد کی حیثیت رکھتی ہے، اس کی سب سے اچھی شرح عبد العزیز بخاری نے لکھی جس کا نام کشف الاسرار ہے، اور وہ متداول ہے۔

امام سرخسی نے بھی اصول کی کتاب بہت ضخیم لکھی ہے۔ امام احمد ابن الساعاتی (م ۶۹۴ھ) اصول میں قواعد اور البدائع دو کتابیں لکھیں۔ انھوں نے احکام آمدی اور اصول بزدوی دونوں کو یکجا کر دیا، جس سے عمدگی میں ان کی کتاب البدائع کی حیثیت دوبالا ہو گئی اس لئے کہ متکلمانہ اور فقیہانہ دونوں طرز کو یہ حاوی ہے۔

حافظ الدین النسفی کی کتاب المنار مختصر متن جو اصول بزدوی کا ملخص ہے مشہور ومتداول ہے، اس کی شرح نور الانوار تالیف ملا جیون تمام مدارس میں داخل درس ہے۔

جلال الدین خبازی نے اصول فقہ میں المغنی لکھی جس کی شرح سراج الدین ہندی (م ۷۷۳ھ) نے لکھی۔

تحریر ابن ہمام اور توضیح صدر الشریعہ بھی اس فن میں مشہور کتابیں ہیں

تحریر میں بدیع کی توضیح کی گئی ہے اور مولف نے اپنی ذاتی تحقیقات کا بھی اس میں اضافہ کردیا اور توضیح حقیقت میں کشف بزدوی کی تنقیح ہے اور اس کے ساتھ محصول اور مختصر ابن حاجب کے چند مباحث بھی ضم کیے گئے ہیں، علامہ تفتازانی نے توضیح کی شرح لکھی، جس کا نام التلویح ہے توضیح اور تلویح دونوں مشہور اور متداول ہیں۔

ہند و پاک میں اصول کی جو کتابیں اس وقت سلسلہ درس میں داخل ہیں، ان میں سے قاضی محب اللہ کی مسلم الثبوت عالی رتبہ کتاب سمجھی جاتی ہے یہ تحریر ابن ہمام، مختصر ابن حاجب اور منہاج بیضاوی سے ماخوذ ہے اور بعض مقامات میں فاضل مصنف نے اپنے اقوال کا بھی اضافہ کیا ہے، اس کی سب سے بہتر شرح بحر العلوم نے لکھی، اس کا نام فواتح الرحموت ہے جو مشہور و متداول ہے۔

خاتمہ

ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال ایک منبع کی سی ہے جس سے علوم کے سرچشمے پھوٹے، صحابہ کرام نے اس کا پانی دور تک پھیلایا۔ ائمہ کرام نے اس پانی کو دریا نہر تالاب اور حوضوں میں جمع کردیا، امت مسلمہ اس سے سیرابی حاصل کرتی رہی کئی صدی کے بعد امتداد زمانہ سے پانی کے وہ خزانے چار بڑے خزانوں میں سمٹ آئے اور امت مسلمہ کی شادابی کا سہارا بنے۔

مورخ ابن خلدون کا بیان آپ پڑھ چکے ہیں، اب امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رضی اللہ عنہ کا الہامی ارشاد سنیئے فرماتے ہیں:-

بے شائبہ تکلف و تعصب گفتہ میشود کہ نورانیت این مذہب حنفی بنظر کشفی در رنگ دریائے عظیم می نماید و سائر مذاہب در رنگ حیاض وجداول بنظر می درآیند و بظاہر ہم کہ ملاحظہ نمودہ می آید سواد اعظم

بلا تکلف اور تعصب کہا جاتا ہے کہ مذہب حنفی کی نورانیت نظر کشفی میں بحر ذخار کی شکل میں ظاہر ہوئی اور دوسرے تمام مذاہب حوض اور جداول کی صورت میں دکھائی دیئے اور ظاہر بھی یہی ہے جو دیکھا جاتا

از اہلِ اسلام متابعان ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہم الرضوان۔ (مکتوبات شریف مکتوب ۵۵ دفتر دوم)	ہے کہ مسلمانوں کا سوادِ اعظم امام ابو حنیفہؒ کا پیرو ہے۔ علیہم الرضوان۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد و آلہ واصحابہ واتباعہ وسلم تسلیماً کثیراً
والحمد للہ رب العٰلمین

مفتی منزل کولوٹولہ ڈھاکہ
۲۶ رجب سنہ ۱۳۷۴

سید محمد عمیم الاحسان
مجددی برکتی